Regd.# MC-1366

•جلد 15/•شمارہ2/•ستمبر/2025

دینی، اخلاقی اور معاشرتی اقدار کا علمبردار

ماھنامہ فہمِ دین

انوارِ نبی سبحان اللہ

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بحیثیتِ استاذ و مربّی

عمارتِ اسلام کی آخری اینٹ

کرنے کے کام

پُرسکون زندگی

BAITUSSALAM PUBLICATIONS

91400056741

Baitussalam.org Baitussalam_org Baitussalam_org +9221-111-298-111

BAITUSSALAM TECH PARK

BAITUSSALAM
—TECH PARK—

بیت السلام ٹیک پارک

فری آئی ٹی کورسز

FREE IT COURSES

WHATSAPP: **+92 333 0189367**

EMAIL: **techpark@baitussalam.org** WEBSITE: **baitussalam.org/tech-park**

ماہ نامہ

فہمِ دین

کراچی

ستمبر 2025ء | ربیع الاوّل/ربیع الثانی 1447ھ

فہم وفکر

کرنے کے کام	مدیر کے قلم سے	04

اصلاحی سلسلہ

فہمِ قرآن	شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم	05
فہمِ حدیث	مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ	06
آئینہ زندگی	حضرت مولانا عبد الستار حفظہ اللہ	08

مضامین

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مربی واستاذ	حکیم شمیم احمد	10
پُرسکون زندگی	پروفیسر محمد اسلم بیگ	11
سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	عذرا خالد	14
خواتین کی عظمت	حفصہ سلطان	15
عورت کا کردار	حفصہ فیصل	16
رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سراپا عفوو محبت	حجاب سید	18
مبارک جغرافیائی مقامات	ام محمد عبد اللہ	19
نعمتِ عظمیٰ	ام رومان	20

خواتینِ اسلام

آزمائش	ام محمد سلمان	22
ختم نبوت والے	سیدہ ناجیہ شعیب	23
عورت کا مقام	روبینہ عبد القدیر	24
سنت سے محبت	شاکرہ حافظ یاسین	25
نعتِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	شمائلہ شکیل	25
جب آگہی کا در کھلا	میر جواد ٹالپر	27
بلاعنوان	تنزیلہ احمد	28
ذرا نم ہو تو یہ مٹی۔۔۔!	مبین اعجاز	31
سچائی کی روشنی	اقصیٰ نور	33
اجنبی مسافر	سلمیٰ نور	33

باغچہ اطفال

سچا پاکستانی	مہوش اسد شیخ	34
عاشقانِ سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	علشبہ اللہ رکھا	35
پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق	بلال حسن چغتائی	36
بڑا آدمی	سہیمہ احمد	37
پاک فوج اور دفاعِ پاکستان	بنت احمد	38
انوارِ نبی سبحان اللہ	خرم فاروق ضیا	38
محفوظ شہید مرحوم	عصمت اسامہ	39

بزمِ ادب

صحابہ نے دیکھا وہ چہرہ حسین	حافظہ وسطی چودھری	42
یہ رحمت ہی تو رحمت ہے	حافظہ سویرا چودھری	43

اخبار السلام

اخبار السلام	ادارہ	50

زیرِ سرپرستی

حضرت مولانا عبد الستار حفظہ اللہ

مدیر: قارِی عبد الرحمٰن

نظرِ ثانی: طارق محمود

تزئین و آرائش: فیضان الحق شمسی

آراء و تجاویز کے لیے

+92 335 1135011

اشتہارات کے لیے

0314-2981344

marketing@fahmedeen.org

26-C گراؤنڈ فلور، بن سیٹ کمرشل اسٹریٹ نمبر 2، خیابانِ جامی، بالمقابل بیت السلام مسجد، ڈیفنس فیز 4 کراچی

ناشر: فیصل زبیر

مطبع: واسا پرنٹر

مقامِ اشاعت: دفتر فہم دین

مدیر کے قلم سے

کرنے کے کام

شدید بارشوں، بادل پھٹنے، گلیشیئر پگھلنے اور سیلابی ریلوں سے خیبر پختونخوا اور گلگت کے کئی علاقوں میں سینکڑوں شہادتیں ہوئی ہیں، بڑی تعداد میں حضرات و خواتین اور بچے لاپتا ہیں۔ ایک ایک گھر اور ایک ایک خاندان کے دسیوں افراد موت کے منہ میں چلے گئے۔ اور کچھ دوسروں کو بچاتے ہوئے اپنی جان گنوا بیٹھے۔ بچ جانے والوں کے کئی غم ہیں۔ اپنوں کی جدائی، گھروں کی تباہی، مال مویشی اور اسباب و سامان ضائع ہونے کا اور کئی اس دکھ سے بھی گزر رہے ہیں کہ لاپتا ہونے والے اپنے پیاروں کو کیسے تلاش کریں؟ لاشیں ملتی ہیں تو چہرے پہچانے نہیں جاتے، کپڑوں اور جسم پر موجود کسی اور چیز سے پہچاننے کی کوشش کرتے ہیں اور کہیں ان علامات سے بھی شناخت نہیں ہو پاتی۔ ایک بہت بڑا دکھ یہ بھی ہے کہ عزت دار گھرانوں کی مائیں، بہنیں، بیٹیاں پردے کی سخت پابند، جن کی آواز بھی کسی غیر محرم نے نہیں سنی ہوگی، انھیں پانی بہا کر لے گیا۔ ان کا پردہ نہیں رہا، لاشیں مل رہی ہیں تو غیر محرم مردوں کی نظریں اُن پر پڑتی ہیں۔ عزت دار گھرانوں کے لیے یہ صورت حال بہت بڑے صدمے سے کم نہیں، خود دار اور غیرت مند دوسروں کی خبر گیری کرنے والے آج کھانے پینے اور لباس تک کے لیے مدد کے منتظر ہیں۔

ہمیشہ کی طرح یہ بحث بھی جاری ہے کہ یہ عذاب الٰہی ہے، آزمائش اور امتحان ہے یا ارباب اختیار اور متعلقہ اداروں کی غفلت ہے، موسمیاتی تبدیلی سبب ہے یا آبی گزرگاہوں میں تعمیرات کا نتیجہ ہے۔ ان میں سے ہر ہر چیز قابل غور و فکر بھی ہے اور قابل اصلاح و عمل بھی۔۔۔ جہاں مصیبت آنا گناہوں کی وجہ سے ہونا یقینی ہے، وہیں ان معاملات میں غفلت و کوتاہی کا نتیجہ بھی ہے، غیر ضروری طور پر درخت کاٹنا، آبی گزرگاہوں پر تعمیرات کرنا ایسی بھیانک غلطی ہے، جس کا خمیازہ ایسے حالات کا سامنا کرواتا ہے۔ ایک مسئلہ یہ بھی درپیش ہے کہ حکومتی ارکان اِس مشکل وقت میں یا تو لاپتا ہیں یا سیاست میں مصروف ہیں، اُن کو ووٹ دینے والوں کی آنکھیں پتھرا گئی ہیں، لیکن منتخب نمائندوں کا دور دور تک پتا نہیں۔ البتہ ہمیشہ کی طرح پاک فوج کے مستعد دستے امدادی کارروائیاں جاری رکھے ہوئے ہیں، خاص طور تباہ ہونے والے پلوں اور راستوں کی مرمت کر رہے، پھنسے ہوئے خاندانوں کو محفوظ علاقوں تک پہنچا رہے ہیں۔

یہ بات نہایت خوش آئند ہے کہ دینی رفاہی ادارے، دینی جماعتیں، علمائے کرام اور مدارس و مساجد سے وابستہ حضرات اس مشکل وقت میں دن رات ایک کیے ہوئے ہیں۔ راستے صاف کر رہے ہیں، زندہ بچ جانے والوں کے بھائی بیٹے اور دوست بن کر ان کا دست و بازو بنے ہوئے ہیں، جن علما کو وہاں کے عوام نے گزشتہ انتخابات میں مسترد کیا تھا، وہ بھی کسی گلے شکوے کے بغیر اپنا تن من دھن خدمت میں مصروف رکھے ہوئے ہیں۔ یہ عمل دراصل اُس حدیث کا مصداق ہے، جس کا مفہوم یہ ہے کہ مسلمان جسد واحد ہیں، کسی ایک حصے کو تکلیف پہنچنا پورے جسم کو تڑپا دیتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جن حضرات کا اُن مصیبت زدہ لوگوں سے خون کا رشتہ ہے نہ قوم قبیلہ زبان ایک ہے، نہ زندگی میں کبھی ملے اور ان کو جانتے ہیں، وہ بھی ایسی خدمت کرنے اور دیکھ بھال میں مصروف ہیں جیسے ان کی زندگی کا مقصد ہی یہ ہو۔

اجتماعی اور انفرادی طور پر ہم سب چہار جانب سے مشکلات کا شکار ہیں، ایسے میں کرنے کے کام یہ ہیں کہ دعاؤں اور استغفار کے ذریعے اپنے مالک حقیقی سے رشتہ اور تعلق مضبوط بنائیں، اپنی خطاؤں پر توبہ کریں، آئندہ کے لیے گناہوں سے بچنے کا عزم کریں اور خوب اہتمام کے ساتھ یہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی نافرمانی سے بچائے اور یہ فکر بھی مسلسل کرنی چاہیے کہ ہم اُن پریشان حال اور مصیبت زدہ بھائی بہنوں سے کسی بھی طرح بالاتر نہیں، ایسی مشکل اور مصیبت ہم پہ بھی آسکتی ہے۔ ایسی صورت حال سے اللہ کی پناہ میں آنے کے کلمات زبان پر رہنے چاہییں اور مشکل میں گھرے بھائی بہنوں کی مدد بے لوث ہو کر کرنی چاہیے۔ اللہ ہمارا حامی و ناصر ہو۔۔۔

ماہِ محبت کا تقاضا

ستمبر میں ربیع الاول بھی ہے، محسنِ انسانیت، رحمۃ للعالمین، خاتم النبیین رسول اللہ ﷺ کی سیرتِ طیبہ کا مطالعہ آپ کا ذکرِ خیر اور آپ ﷺ پر درود شریف کی کثرت یوں تو پورا سال دن رات کرتے رہنا چاہیے لیکن ربیع الاول میں آپ ﷺ کی ولادتِ مبارکہ اور سیرتِ طیبہ کا تذکرہ سب سے زیادہ ہوتا ہے۔ اہلِ دل فرماتے ہیں، ربیع الاول محبت کا مہینہ ہے، اس لیے اس ماہِ مبارک میں یہ اہتمام زیادہ سے زیادہ کرنا چاہیے، البتہ انتہائی افسوس کا مقام کہ ہے آپ ﷺ کی سیرتِ طیبہ اور آپ ﷺ کی مبارک سنتوں پر عمل کی طرف توجہ نہیں ہوتی، بات صرف لکھنے، پڑھنے، بیان کرنے اور سننے تک ہی رہتی ہے۔ کیا ہی خوب ہو، اگر ہم اس بار یہ اہتمام کرلیں کہ سیرت النبی ﷺ پڑھیں گے بھی اور اس پر عمل کا اہتمام بھی کریں گے۔

دوسرا اہتمام درود شریف کی کثرت ہے۔ اپنا وقت بے کار کی گپ شپ میں گزارنے کی بجائے درود شریف پڑھنے اور سیرت النبی ﷺ کے مطالعے میں گزارنا چاہیے اور یہ دونوں کام رسمی طور پر کرنے کی بجائے عقیدت و محبت سے کرنے چاہییں۔ ہماری شکل، صورت اور عمل سے یہ عقیدت و محبت نظر آنی چاہیے۔ مسلمانی کا یہی تقاضا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائیں اور قبول فرمائیں۔

فہمِ قرآن

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم

الانعام 95-99

اِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰى يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَمُخْرِجُ الْمَيِّتِ مِنَ الْحَيِّ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ (95)

ترجمہ: بیشک اللہ ہی دانے اور گٹھلی کو پھاڑنے والا ہے۔ وہ جاندار چیزوں کو بے جان چیزوں سے نکال لاتا ہے اور وہی بے جان چیزوں کو جاندار چیزوں سے نکالنے والا ہے۔ لوگو! وہ ہے اللہ! پھر کوئی تمہیں بہکا کر کس اوندھی طرف لیے جارہا ہے؟ (95)

تشریح نمبر1: بے جان سے جاندار کو نکالنے کی مثال یہ ہے کہ انڈے سے مرغی نکل آتی ہے اور جاندار سے بے جان کے نکلنے کی مثال جیسے مرغی سے انڈا۔

تشریح نمبر2: اس ترجمے میں دو باتیں قابلِ ذکر ہیں۔ ایک یہ کہ بظاہر قرآنِ کریم میں ”لوگو!“ کا لفظ نظر نہیں آرہا، لیکن درحقیقت یہ ذٰلکم میں جمع مخاطب کی ضمیر کا ترجمہ ہے۔ عربی کے قاعدے سے یہ جمع کی ضمیر مشارالیہ کی جمع نہیں ہوتی، بلکہ مخاطب کی جمع ہوتی ہے۔ دوسرے ”کوئی تمہیں بہکا کر اوندھی طرف لیے جارہا ہے“ اس ترجمے میں تؤفکون کے صیغۂ مجہول کی رعایت کی گئی ہے۔ اس میں اشارہ اس طرف ہے کہ یہ ان کی خواہشات ہیں جو انھیں گمراہ کررہی ہیں۔

فَالِقُ الْاِصْبَاحِ وَجَعَلَ الَّيْلَ سَكَنًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ (96)

ترجمہ: وہی ہے جس کے حکم سے صبح کو پو پھٹتی ہے اور اُس نے رات کو سکون کا وقت بنایا ہے اور سورج اور چاند کو ایک حساب کا پابند! یہ سب کچھ اُس ذات کی منصوبہ بندی ہے، جس کا اقتدار بھی کامل ہے، علم بھی کامل۔ (96)

وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ النُّجُوْمَ لِتَهْتَدُوْا بِهَا فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ (97)

ترجمہ: اور اُسی نے تمہارے لیے ستارے بنائے ہیں، تاکہ تم اُن کے ذریعے خشکی اور سمندر کی تاریکیوں میں راستے معلوم کر سکو۔ ہم نے ساری نشانیاں ایک ایک کر کے کھول دی ہیں، (مگر) اُن لوگوں کے لیے جو علم سے کام لیں۔ (97)

وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَّمُسْتَوْدَعٌ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّفْقَهُوْنَ (98)

ترجمہ: وہی ہے جس نے تم سب کو ایک جان سے پیدا کیا، پھر ہر شخص کا ایک مستقر ہے، اور ایک امانت رکھنے کی جگہ۔ ہم نے ساری نشانیاں ایک ایک کر کے کھول دی ہیں، (مگر) اُن لوگوں کے لئے جو سمجھ سے کام لیں (97)

تشریح نمبر3: مستقر اُس جگہ کو کہتے ہیں جہاں کوئی شخص باقاعدہ اپنا ٹھکانا بنالے۔ اس کے برعکس امانت رکھنے کی جگہ پر قیام عارضی قسم کا ہوتا ہے، اس لئے وہاں رہائش کا باقاعدہ انتظام نہیں کیا جاتا۔ اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے اس آیت کی تفسیر مختلف طریقوں سے کی گئی ہے۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے اس کی یہ تفسیر منقول ہے کہ مستقر سے مراد دنیا ہے جہاں انسان باقاعدہ اپنی رہائش کا ٹھکانا بنالیتا ہے اور امانت رکھنے کی جگہ سے مراد قبر ہے جس میں انسان کو مرنے کے بعد عارضی طور سے رکھا جاتا ہے۔ پھر وہاں سے اسے آخرت میں جنت یا جہنم کی طرف لے جایا جائے گا۔ البتہ حضرت عبداللہ ابن عباس نے ان لفظوں کی تفسیر اس طرح کی ہے کہ مستقر سے مراد ماں کا پیٹ ہے جس میں بچہ مہینوں ٹھہرا رہتا ہے اور امانت رکھنے کی جگہ سے مراد باپ کی صلب ہے جس میں نطفہ عارضی طور سے رہتا ہے، پھر ماں کے رحم میں منتقل ہو جاتا ہے۔ بعض مفسرین نے اس کے برعکس مستقر باپ کی صلب کو قرار دیا ہے اور امانت رکھنے کی جگہ ماں کے رحم کو، کیونکہ بچہ وہاں عارضی طور پر رہتا ہے (روح المعانی)۔

وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَيْءٍ فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ وَّجَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ اُنْظُرُوْٓا اِلٰى ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَيَنْعِهٖ اِنَّ فِيْ ذٰلِكُمْ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ (99)

ترجمہ: اور اللہ وہی ہے جس نے تمہارے لیے آسمان سے پانی برسایا، پھر ہم نے اُس کے ذریعے ہر قسم کی کونپلیں اگائیں۔ ان (کونپلوں) سے ہم نے سبزیاں پیدا کیں جن سے ہم تہ بہ تہ دانے نکالتے ہیں اور کھجور کے گابھوں سے پھلوں کے گچھے نکلتے ہیں جو (پھل کے بوجھ سے) جھکے جاتے ہیں اور ہم نے انگوروں کے باغ اگائے اور زیتون اور انار! جو ایک دوسرے سے ملتے جلتے بھی ہیں اور ایک دوسرے سے مختلف بھی۔ جب یہ درخت پھل دیتے ہیں تو ان کے پھلوں اور اُن کے پکنے کی کیفیت کو غور سے دیکھو۔ لوگو! ان سب چیزوں میں بڑی نشانیاں ہیں، (مگر) اُن لوگوں کے لیے جو ایمان لائیں۔ (99)

تشریح نمبر4: اس کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ بعض پھل دیکھنے میں ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں اور بعض صورت اور ذائقے میں ایک دوسرے سے مختلف بھی ہوتے ہیں اور دوسرا مطلب یہ بھی ہے کہ جو پھل دیکھنے میں ملتے جلتے نظر آتے ہیں، ان کی خصوصیات ایک دوسرے سے الگ ہوتی ہیں۔

مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ

فہم حدیث

درود وسلام کی عظمت واہمیت

"صلوٰۃ وسلام" دراصل اللہ تعالیٰ کے حضور میں کی جانے والی بہت اعلیٰ اور اشرف درجہ کی ایک دعا ہے جو رسول اللہ ﷺ کی ذات پاک سے اپنی ایمانی وابستگی اور وفا کیشی کے اظہار کے لیے آپ ﷺ کے حق میں کی جاتی ہے اور اس کا حکم ہم بندوں کو خود اللہ تعالیٰ کی طرف سے قرآنِ پاک میں دیا گیا ہے اور بے پیارے اور موثر انداز میں دیا گیا ہے، ارشاد فرمایا گیا ہے: اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا (الاحزاب: 56)

اس آیت میں اہلِ ایمان کو مخاطب کر کے فرمایا گیا ہے کہ وہ اللہ کے نبی ﷺ پر صلوۃ وسلام بھیجا کریں (اور یہی آیت کا اصل موضوع اور مدعا ہے) لیکن اس خطاب اور حکم میں خاص اہمیت اور وزن پیدا کرنے کے لیے پہلے بطور تمہید فرمایا گیا ہے کہ اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ "یعنی نبی ﷺ پر صلوٰۃ (جس کا تمہیں حکم دیا جارہا ہے) خداوند قدوس اور اس کے پاک فرشتوں کا معمول اور دستور ہے۔" تم بھی اس کو اپنا معمول بنا کے اس محبوب و مبارک عمل میں شریک ہو جاؤ۔

اس آیت میں جیسی شاندار تمہید اور جس اہتمام کے ساتھ اہلِ ایمان کو صلوٰۃ وسلام کا حکم دیا گیا ہے، اس سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کی کتنی اہمیت و عظمت ہے اور وہ کیسا محبوب عمل ہے۔

عَنْ أَبِيْ طَلْحَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ جَاءَ ذَاتَ يَوْمٍ وَالْبِشْرُ فِي وَجْهِهٖ فَقَالَ إِنَّهُ جَاءَنِي جِبْرَئِيْلُ فَقَالَ إِنَّ رَبَّكَ يَقُولُ أَمَا يُرْضِيكَ يَا مُحَمَّدُ أَنْ لَا يُصَلِّيْ عَلَيْكَ أَحَدٌ مِنْ أُمَّتِكَ إِلَّا صَلَّيْتُ عَلَيْهِ عَشْرًا وَلَا يُسَلِّمُ عَلَيْكَ أَحَدٌ مِنْ أُمَّتِكَ إِلَّا سَلَّمْتُ عَلَيْهِ عَشْرًا (رواہ النسائی و الدارمی)

ترجمہ: حضرت ابو طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک دن تشریف لائے اور آپ ﷺ کے چہرۂ انور پر خوشی اور بشاشت کے آثار نمایاں تھے (اس کا سبب بیان کرتے ہوئے) آپ ﷺ نے فرمایا کہ آج جبرائیل امین آئے اور انھوں نے بتایا کہ تمہارا رب فرماتا ہے کہ "اے محمد (ﷺ)! کیا یہ بات تمہیں راضی اور خوش نہیں کر دے گی کہ تمہارا جو امتی تم پر صلوٰۃ بھیجے، میں اس پر دس صلوٰتیں بھیجوں اور جو تم پر دس سلام بھیجے میں اس پر دس سلام بھیجوں۔" (سنن نسائی)

درود شریف کی کثرت قیامت میں حضور ﷺ کے خصوصی قرب کا وسیلہ

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَوْلَى النَّاسِ بِيْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ أَكْثَرُهُمْ عَلَيَّ صَلٰوةً (رواہ الترمذی)

ترجمہ: حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "قیامت کے قریب مجھ سے قریب ترین اور مجھ پر زیادہ حق رکھنے والا میرا وہ امتی ہو گا جو مجھ پر زیادہ صلوٰۃ بھیجنے والا ہو گا۔" (جامع ترمذی)

تشریح: مطلب یہ ہے کہ ایمان اور ایمان والی زندگی کی بنیادی شرط کے ساتھ میرا جو امتی مجھ پر زیادہ سے زیادہ صلوٰۃ بھیجے گا، اس کو قیامت میں میرا خصوصی قرب اور خاص تعلق حاصل ہو گا۔ اللہ تعالیٰ یہ دولت و سعادت حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آپ ﷺ کے ذکر کے وقت درود سے غفلت کرنے والوں کی محرومی

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ رَغِمَ أَنْفُ رَجُلٍ ذُكِرْتُ عِنْدَهٗ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ وَرَغِمَ أَنْفُ رَجُلٍ دَخَلَ عَلَيْهِ رَمَضَانُ ثُمَّ انْسَلَخَ قَبْلَ أَنْ يُغْفَرَ لَهٗ وَرَغِمَ أَنْفُ رَجُلٍ أَدْرَكَ عِنْدَهٗ أَبَوَاهُ الْكِبَرَ أَوْ أَحَدُهُمَا فَلَمْ يُدْخِلَاهُ الْجَنَّةَ (رواہ الترمذي)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ذلیل و خوار ہو وہ آدمی جس کے سامنے میرا ذکر آئے اور وہ اس وقت بھی مجھ پر صلوٰۃ یعنی درود نہ بھیجے اور اسی طرح ذلیل و خوار ہو وہ آدمی جس کے لیے رمضان کا (رحمت و مغفرت والا) مہینہ آئے اور اس کے گزرنے سے پہلے اس کی مغفرت کا فیصلہ نہ ہو جائے (یعنی رمضان کا مبارک مہینہ بھی وہ غفلت و خدا فراموشی میں گزار دے اور توبہ و استغفار کر کے اپنی مغفرت کا فیصلہ نہ کرا لے) اور ذلیل و خوار ہو وہ آدمی جس کے ماں باپ یا دونوں میں سے کوئی ایک اس کے سامنے بڑھاپے کو پہنچیں اور وہ (ان کی خدمت کر کے) جنّت کا استحقاق حاصل نہ کر لے۔ (جامع ترمذی)

مسلمانوں کی کوئی بھی نشست ذِکر اللہ اور صلوۃ علی النبی سے خالی نہ ہونی چاہیے

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مَا جَلَسَ قَوْمٌ مَجْلِسًا لَمْ يَذْكُرُوا اللّٰهَ فِيهِ وَلَمْ يُصَلُّوْا عَلٰى نَبِيِّهِمْ إِلَّا كَانَ عَلَيْهِمْ تِرَةٌ فَإِنْ شَاءَ عَذَّبَهُمْ وَإِنْ شَاءَ غَفَرَ لَهُمْ (رواہ الترمذی)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو لوگ کہیں بیٹھے اور انھوں نے اس نشست میں نہ اللہ کو یاد کیا اور نہ اپنے نبی ﷺ پر درود بھیجا، (یعنی ان کی وہ مجلس اور نشست ذکر اللہ اور صلوۃ علی النبی ﷺ سے بالکل خالی رہی) تو قیامت میں یہ اُن کے لیے حسرت و خسران کا باعث ہو گی، پھر چاہے اللہ ان کو عذاب دے اور چاہے معاف فرما دے اور بخش دے۔ (جامع ترمذی)

تشریح: معلوم ہوا کہ مسلمان کی کوئی نشست اور مجلس ایسی نہ ہونی چاہیے جو اللہ کے ذکر سے اور رسول پاک ﷺ پر درود و سلام سے خالی رہے۔ اگر زندگی میں ایک نشست بھی ایسی ہوئی تو قیامت میں اُس پر بازپُرس ہو گی اور اس وقت سخت حسرت اور پشیمانی ہو گی، پھر چاہے اللہ کی طرف سے معافی مل جائے یا سزا دی جائے۔

Shangrila®

THE FOOD EXPERTS!

Signature Sauces

MADE WITH
LOVE
CROWNED BY THE
NATION

PAKISTAN'S
NO. 1
*SAUCES

EVERY POUR TELLS A
Different Story

*Foresight Household Panel 2024

www.shangrila.com.pk | ShangrilaPakistan | ShangrilaPakistan

آخری اینٹ عمارتِ اسلام کی

حضرت مولانا عبدالستار حَفِظَہُ اللہ

چھ اور سات ستمبر دونوں ہی دن پاکستان کی تاریخ میں ایک نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔ 6 ستمبر وطن کی سپاہ نے جرأت اور بہادری، ایمان، تقویٰ جہاد فی سبیل اللہ کے جذبے سے سرشار ہو کر اور قومی یکجہتی اور قومی اتفاق کی طاقت کے ساتھ دشمن کے ناکام عزائم خاک میں ملا دیے۔ یہ بھی وطنِ عزیز کی ایک تاریخ ہے 1965ء کہ وطنِ عزیز کی سپاہ نے اپنی جرأت اور بہادری، شہادت کے جذبے، ایمان کی طاقت، جہاد فی سبیل اللہ کا جذبہ، اس طاقت کے ساتھ جب وہ کھڑی ہو تو دشمن اس کے سامنے ڈھیر ہو گئے۔۔۔ اور پھر اس دور میں وطنِ عزیز اور یہ قوم، یہ بھی متحد تھی، یک جان تھی، اپنے سپاہ کے ساتھ کھڑی تھی تو گویا کہ اس ملک کے دِفاع کی جو سب سے پہلی دِفاعی لائن ہے، وہ اس قوم کی یک جہتی ہے، اس قوم کا اتفاق ہے، اس قوم کا آپس کا اتحاد ہے۔ دشمن جب بھی اس کے دِفاع پر حملہ آور ہو گا، سب سے پہلے اس کی یکجہتی اور اس کے اتفاق پہ حملہ آور ہو گا۔ پہلے وہ اس دِفاعی لائن پے حملہ آور ہو گا، پہلے وہ اس کی اس طاقت کو ختم کرے گا۔ 1965ء میں اگر سپاہ اور پاکستان کی افواج نے اس مبارک جذبے کے ساتھ دشمن کو شکست دی ہے تو اس کے ساتھ اس پوری قوم کا آپس کا اتحاد اور آپس کی یکجہتی تھی اور یہ پوری قوم متحد اپنے سپاہ کے ساتھ کھڑی تھی تو دشمن نامراد ہوا۔۔۔ یہ وطنِ عزیز اللہ کی ایک نعمت ہے، اس کی دفاعی لائن ہمارا آپس کا اتفاق اور ہم سب کی ذمہ داری ہے کہ ہم کسی طرح بھی اس یکجہتی کو اور دِفاعی لائن کو خطرے میں نہ ڈالیں، بلکہ اسے مضبوط بھی کریں اور اس کی حفاظت بھی کریں۔ 1965ء کا وہ جذبہ اور وہ کردار ہمارے لیے مشعلِ راہ ہے کہ اگر ہم نے اس ملک کی حفاظت کرنی ہے اور اسے محفوظ رکھنا ہے اور اسے طاقتور بنانا ہے تو پھر ہمیں اپنی یکجہتی کی حفاظت کرنی ہوگی۔ اپنے اتفاق کی حفاظت کرنی ہوگی۔ ہمیں اس طاقت کو مضبوط کرنا ہوگا۔

دوسری طرف 7 ستمبر کو مسلمانوں کے عقیدے کی حفاظت ہوئی۔ اسلام کی پوری عمارت جس عقیدے پر کھڑی ہے وہ عقیدہ ختمِ نبوت کا بنیادی عقیدہ ہے۔ اگر عقیدہ ختمِ نبوت پر ایمان نہ رہے تو اسلام کی پوری عمارت گر جاتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے "میری امت میں تیس دجّال، کذّاب پیدا ہوں گے، سارے جھوٹے ہوں گے اور وہ نبوت کا دعویٰ کریں گے۔ میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کسی نبی نے نہیں آنا۔"

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں جو سب سے پہلے اسلامی جہاد ہوا، وہ مسلیمہ کذّاب کے مقابلے میں یمامہ کے مقام پر ہوا، جسے تاریخ میں جنگِ یمامہ سے یاد کیا جاتا ہے اور صحابہ رضوان اللہ اجمعین نے سب سے زیادہ قربانی اس عقیدے کی حفاظت کی خاطر دی۔ پانچ سو سے چھ سو تک صحابہ رضی اللہ عنہم شہید ہوئے جن میں حفاظ صحابہ کی تعداد 70 بیان کی جاتی ہے یہ ساری قربانی عقیدہ ختم نبوت کی حفاظت میں دی گئی۔

آپ ﷺ کے دور سے یہ سلسلہ چلا آرہا تھا کہ جو شخص نبوت کا دعویٰ کرتا، اسلامی حکومت اس کا سر قلم کر دیا کرتی تھی۔ اس امت کا سلوک ایسے لوگوں کے ساتھ ہمیشہ یہ رہا ہے، اس برِّصغیر میں 1857ء میں انگریز نے ہمارے لاکھوں مسلمانوں کو شہید کیا، لیکن وہ اسلام کی بنیاد اسلام کو نہ ختم کر سکے۔ اس نے ایک نئی مؤثر تدبیر شروع کی کہ متحدہ ہندوستان میں ایک وکیل قادیان کے گاؤں سے کھڑا کیا۔ اُس وقت متحدہ ہندوستان تھا اور قادیان اس متحدہ ہندوستان کا ایک گاؤں تھا۔ وہاں سے ایک وکیل کھڑا کیا، جس کا نام مرزا غلام احمد تھا، اس نے مسلمانوں کے جذبات سے آہستہ آہستہ کھیلنا شروع کیا، کبھی مہدیت کا دعویٰ کیا تو کبھی اپنے آپ کو موعود مسیح کہنے لگا، پھر اس نے دعویٰ کیا نبوت کا کہ بغیر شریعت کے میں نبی ہوں، بڑھتا چلا گیا، پھر اس نے صاف اعلان کر دیا۔ پھر اس کے قادیانی لٹریچر میں یہ سب کچھ موجود ہے کہ میں نبی ہوں، میں رسول ہوں، میری طرف وحی آتی ہے اور میری طرف نئے مسائل بھی آئے ہیں اور نئے مسائل میں ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ جہاد آج کے بعد سے منسوخ ہو گیا۔ انگریز کا خود کاشتہ پودا تھا، انگریز کا کھڑا کیا ہوا یہ فتنہ تھا۔ علاّمہ اقبال رحمہ اللہ نے انگریز سے کہا کہ تم مردم شماری میں انھیں مسلمانوں میں شامل مت کرو، کیوں کہ ان کا عقیدہ نہ ہمارے ساتھ ہے، نہ ان کی عبادت ہمارے ساتھ ہے، نہ ان کا کلمہ ہمارے ساتھ ہے اور نہ ان کی معاشرت ہمارے ساتھ ہے۔ ان کا مسلمانوں سے کوئی تعلق نہیں، یہ الگ اقلیت ہے، لیکن انگریز کہاں مانتا، اس کا تو مقصد یہی تھا کہ یہ مسلمانوں میں مل جل کے رہیں اور مسلمانوں کے خلاف سازشیں کریں۔ اُس نے تو اس فتنے کو کھڑا ہی اس لیے کیا اور اس نے اپنے تمام وسائل اس فتنے کی آبیاری کے لیے اور

اسے طاقت ور بنانے کے لیے لگائے اور آج پوری دنیا میں اس فتنے کے مراکز موجود ہیں جو مسلمانوں میں رہ کر کفر کا زہر اُگل رہا ہے۔ مسلمانوں میں رہتا ہے اور کفر کا زہر مسلمانوں میں پھیلا رہا ہے۔

پاکستان میں 1953ء سے لے کر 1974ء تک ایک تحریک چلی انھیں غیر مسلم قرار دینے کے لیے، غیر مسلم تو تھے ہی،،،لوگ بسا اوقات کہتے ہیں کسی کو غیر مسلم بنانا فلاں کا کام ہے۔ نہ نہ میاں! غیر مسلم تو آدمی خود اپنے عقیدے اور نظریے کی بنیاد کی وجہ سے بنتا ہے۔ اہلِ علم تو صرف بتاتے ہیں کہ اس عقیدے سے مسلمان نہیں رہتا۔ وہ تو مسلمانوں کے ایمان کی حفاظت کرتے ہیں کہ اس عقیدہ کے ہوتے ہوئے، اس نظریے کے ہوتے ہوئے یہ مسلمان نہیں رہتا۔ کوئی کسی کو غیر مسلم اور کافر نہیں بناتا، کافر تو خود اپنے نظریے اور عقیدے سے آدمی بنتا ہے۔ 1953ء سے لے کر 1974ء تک تحریک چلی اور مسلمانوں نے 10 ہزار سے زائد قربانیاں دیں اس تحریک میں، یہ خوش نصیبی تھی کہ مسلمانوں کے تمام مسالک اور تمام عوام اور علما کی سرپرستی اور قربانی اس کی وجہ سے اس کے نتائج آئے کہ 1974ء میں پاکستان کی قانون ساز اسمبلی سے جس طبقے کے پاس اقتدار تھا ان کے پاس جب اہلِ علم کے دلائل آئے اور تمام مسالک کا آپس کا اتفاق سامنے آیا تو وہ بھی اس کے قائل ہونے پر مجبور ہوئے۔ جب ان کے سامنے دلائل یہ بھی آئے کہ قادیانیوں کا طریقہ یہ ہے کہ جو ان کے مرزا قادیانی کی نبوت پر ایمان نہیں رکھتا، وہ مسلمان نہیں، بلکہ وہ تو پوری دنیا کے مسلمانوں کو مسلمان نہیں سمجھتے۔ ان کا تو یہ عقیدہ اور نظریہ ہے کہ اللہ کی وحی اس پر بھی آتی ہے، اس کا تو یہ نظریہ اور عقیدہ ہے کہ اس کے پاس جدید مسائل کی وحی بھی آتی ہے، وہ تو قرآن کی بہت ساری آیات کو بھی مسخ کر کے پیش کرتا ہے تو اس وقت کی قانون ساز اسمبلی جس میں بہت کم زور ایمان والے بھی ہیں اور جن کا ایمان بہت کم زور تھا، جب اہلِ علم کے یہ سارے دلائل اکٹھے آئے تو اس پر سب کا اتفاق ہوا کہ یہ گروہ، اس کا مسلمانوں سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

جب مسلمانانِ پاکستان نے قانونی طور پر بھی اس طبقے کو غیر مسلم قرار دیا اور ایک اقلیت قرار دیا، لیکن آج یہ اقلیتی حقوق سے بھی محروم ہیں، اس لیے کہ یہ طبقہ آج تک اپنے آپ کو اقلیت نہیں مانتا ہے، اگر یہ اپنے آپ کو غیر مسلم اقلیت مان لے تو جیسے ہندو، سکھ دیگر اقلیتیں ہیں وہ حقوق اسے بھی ملیں گے، لیکن یہ تو عالمی استعمال کی سازش ہے کہ اسے مسلمان ہی رہنا ہے اور دنیائے کفر کی طاقت پیچھے ہے کہ اسے مسلمان ہی رہنا ہے، مسلمانوں ہی کے اندر مسلمانوں ہی کے حقوق دینے ہیں، اگرچہ مسلمانوں کے ہاں یہ قانون پاس ہو گیا، لیکن اہلِ باطل جس نے اس پودے کی پرورش کی، اس کو کاشت کیا اور اس فتنے کے پیچھے اپنے وسائل لگائے، اس کا تو مشن ہی یہی ہے کہ یہ مسلمانوں میں رہے اور مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرے تو ایک تاریخ ہے وطنِ عزیز کی کہ جہاں مسلمانوں نے بڑی قربانیاں دیں، لیکن چوں کہ آج نئی نسل کے سامنے اس کے حقائق نہیں ہیں تو عام مسلمان یہ سمجھتے ہیں کہ یہ بھی مسلمانوں کے دیگر فرقوں کی طرح ایک فرقہ ہے، دیگر مسلکوں کی طرح ایک مسلک ہے، حالاں کہ اس فتنے کی بنیاد کفر پر ہے اور اسلام کے اس بنیادی عقیدے کے خلاف ہے، جس پر پورے اسلام کی عمارت کھڑی ہے ختم نبوت، مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ یہی تو اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ کی سب سے بڑی خصوصیت ہے کہ جس سلسلۂ نبوت کا حضرت آدم علیہ السّلام سے آغاز ہوا، اس کا اختتام محمد ﷺ پر ہوا۔ آپ ﷺ اس مبارک عمارت کی سب سے آخری اینٹ، جس سے نبوت کا پورا باب ختم ہو گیا اور کوئی آدمی اس عقیدہ پر حملہ آور ہو تو میں نے عرض کیا کہ تاریخِ اسلام میں امتِ مسلمہ نے اس کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ اس عہد کی سب سے بڑی شخصیت جو انتہائی درجے کی رقّتِ قلب، دل کی نرمی رکھنے والی شخصیت تھی اور انتہائی درجے کی شفقت رکھنے والی شخصیت، وہ ہے خلیفۃ المومنین حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔۔۔ لیکن جب آپ کے سامنے یہ فتنہ مسیلمہ کذّاب کی شکل میں آیا تو آپ نے اسلامی جہاد کا آغاز اسی فتنے کے مقابلے میں کیا اور اس کے مقابلے میں مسلمانوں نے بہت بڑی قربانیاں دیں۔

وطنِ عزیز کی تاریخ میں اس دن کی بھی اپنی اہمیت ہے، جہاں یہ یومِ دِفاع ہے اور اس کے پیچھے قربانی اور شہادتیں ہیں اور مسلمان قوم، وطنِ عزیز کی یکجہتی اور اتفاق ہے۔ یہ ہمارے لیے مشعلِ راہ ہے کہ ہم نے اگر اپنے ملک کی حفاظت کرنی ہے تو ہمیں متحد رہنا پڑے گا۔ ہمیں اسی یک جہتی کے ساتھ اور اسی ایمان اور تقویٰ اور جہاد فی سبیل اللہ کے جذبے کے ساتھ رہنا ہو گا، جب ہی آپ اس ملک کا دِفاع مضبوط کر سکتے ہیں اور 7 ستمبر کا واقعہ اور تاریخ یہ بھی ہمارے لیے مشعلِ راہ ہیں کہ مسلمانوں کے آپس کے چھوٹے موٹے اختلافات آپ اپنے علمی دائرے کے اندر رہ کر کریں، لیکن اسے مسلمانوں کے اندر آپس کے اختلاف، انتشار، نفرتوں کا باعث نہ بنائیں، تاکہ مسلمان اپنی پوری طاقت کے ساتھ اسلام کی مکمل حفاظت کر سکیں۔۔۔ لیکن جب مسلمان فرقوں میں بٹ گئے اور چھوٹے چھوٹے فروعی اختلافات کی بنیاد پر نفرتوں کا شکار ہو گئے تو پھر اسلام کے جو بنیادی عقائد ہیں، دشمن ان پر حملہ آور ہو گا اور مسلمان پھر اس کا دِفاع نہیں کر سکیں گے، مسلمان اس کی حفاظت نہیں کر سکیں گے تو 7 ستمبر بھی ہمیں یہی سبق دیتا ہے کہ ہمیں اختلاف کی طاقت، ہمیں کفر کی طاقتیں، ہمیں ان پر نظر رکھنی چاہیے اور ہمیں باطل کی مختلف قسم کے مکروفریب پر نظر رکھنی چاہیے۔

آپس میں متحد ہونا چاہیے اور مسلمانوں کی شان یہی ہے أَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ کفر کے مقابلے میں تو مسلمان بڑا سخت ہوتا ہے، لیکن آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ بڑا مہربان ہوتا ہے، جہاں دیکھو کسی کی تلخی اور کسی کی زبان کی ساری طاقت اور کسی کا سارا جوش و خروش اور کسی کی ساری توانائیاں اور وسائل مسلمانوں کے خلاف لگ رہی ہیں تو سمجھ لو! اس کے پیچھے کسی باطل کی اور کسی بدبخت کی سازش ہے، تاکہ مسلمانوں میں اختلاف اور انتشار پیدا کرے اور جہاں دیکھو کہ اس کی ساری توانائیاں مسلمانوں کے خلاف نہیں کفر کے مقابلے میں ہیں تو یہی حقانیت کی نشانی ہے، یہی سچائی کی علامت ہے، یہی حق سچ کا شعار ہے اور یہ شعار قرآن نے بتایا ہے أَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ کفر کے مقابلے میں سخت اور مسلمان آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ مہربان۔۔۔ تو یہ دونوں دن ہمیں یہ سبق دیتے ہیں اور ہمارے لیے مشعلِ راہ ہیں کہ ہم اپنی سوچ اور فکر اور راہِ عمل کو اپنی اس تاریخ کو سامنے رکھ کے آگے بڑھائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق نصیب فرمائے۔

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم بحیثیتِ استاذ و مربّی

حکیم شمیم احمد

حصہ اول

حضورِ اقدس ﷺ کی سیرت طیبہ کے سب ہی پہلو اہم ہیں۔اس مضمون میں یہ بیان ہے کہ آپ ﷺ استاد و مربّی کی حیثیت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور عامۃ النّاس کو تعلیم و تربیت دینے کے لیے اور مشکل اور اہم بات سمجھانے کے لیے کیا اسلوب اختیار کرتے تھے۔

سوال کرنے والے کے سوال سے زیادہ باتیں بتانا:

آپ ﷺ ایسا اس وقت کرتے جب محسوس فرماتے کہ سوال کرنے والے کو مزید باتیں بتانے کی ضرورت ہے، وہ ان سے ناواقف ہے۔یہ آپ ﷺ کی کمال شفقت اور سیکھنے سمجھنے والوں کے ساتھ بے پناہ رعایت وخیال کی وجہ سے تھا۔ موطاء امام مالک اور ابوداؤد میں ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ’’ایک شخص نے حضور ﷺ سے سوال کیا اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! ہم لوگ سمندری سفر کرتے ہیں اور ساتھ میں پینے کا پانی کم رکھتے ہیں، اب اگر اس پانی سے وضو کرلیں تو پیاسے رہیں گے تو کیا ہم سمندر کے پانی سے وضو کرسکتے ہیں؟‘‘ آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا: سمندر کا پانی پاک ہے۔ سمندر کے مرے ہوئے (حلال) جانوروں کا کھانا بھی حلال ہے۔

آپ ﷺ نے اس حدیث میں بنومدلج کے اس شخص کو جو بحری سفر زیادہ کیا کرتا تھا، سمندر کے پانی سے وضو کا بھی حکم بتایا اور جب آپ ﷺ کو یہ اندیشہ ہوا کہ وہ سمندر کی مردار چیزوں کے بارے میں بھی شک وشبہ میں پڑے گا اور یہ ایسی چیز ہے کہ سمندری سفر میں اس کی ضرورت پڑتی ہے تو آپ ﷺ نے جواب میں یہ بھی واضح فرمادیا کہ سمندری جانوروں میں سے جو حلال ہیں، ان کا کھانا اور ان سے فائدہ اٹھانا بھی جائز ہے، چناں چہ اس سے زائد بات بھی فرمادی کہ اس کا مردار بھی حلال ہے۔

جواب میں یہ اضافہ ضروری تھا، اس لیے کہ اس سے یہ بات صاف ہوگئی کہ سمندر میں کوئی چیز مرجائے تو بھی سمندر کا پانی پاک رہے گا۔ ساتھ ہی اس حلال مردار کے کھانے کا حکم بھی بتادیا کہ اس کا کھانا حلال ہے اور اس کا جاننا ضروری ہے، اس لیے کہ مسافر کبھی ان چیزوں کو کھانے پر مجبور ہوتا ہے، کبھی اختیاری طور پر اور کبھی مجبوراً کھانا پڑتا ہے۔اس کو کھا بھی سکتا ہے اور مزید مدّت کے لیے رکھ بھی سکتا ہے، جیسی وہ ضرورت محسوس کرے اس پر عمل کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

امام مسلم رحمہ اللہ نے کتاب الحج میں اور ابوداؤد اور نسائی نے بھی حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ایک عورت نے دوران حج اپنے بچہ کو اٹھایا اور کہا اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا اس بچہ کا حج ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں! اور ثواب تم کو ملے گا۔

جواب دینے کے بعد سائل سے سوال کرنا:

کبھی کبھی حضور ﷺ سوال کرنے والے کے سوال کو پھر اس سے پوچھتے تھے کہ تم نے کیا سوال کیا تھا؟ اس سے سوال کرکے علم کو محکم فرماتے تھے، تاکہ اس کا علم بڑھے یا جو کچھ اس نے پوچھا ہے، وہ اچھی طرح اس کے ذہن میں بیٹھ جائے یا آپ ﷺ مزید اس کی وضاحت فرمادیں۔اس طرح کے اور بھی صالح ہوتے تھے۔امام مسلم اور نسائی رحمہما اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے درمیان کھڑے ہوئے اور فرمایا: اللہ کی راہ میں جہاد اور اللہ پر ایمان یہ دونوں سب سے اچھے عمل ہیں۔

یہ سن کر ایک شخص کھڑا ہوا اور عرض کیا: ’’اللہ کے رسول ﷺ! آپ بتائیے کہ اگر میں اللہ کی راہ میں قتل کردیا گیا تو قتل ہونا میرے گناہوں کا کفارہ بن جائے گا؟‘‘ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں، اگر تم اللہ کی راہ میں قتل کردیے گئے اور اس طرح قتل ہوئے کہ صبر وبرداشت سے کام لیا، ثواب کی اُمید میں جہاد کیا، دشمن کی طرف برابر بڑھتے رہے، میدان چھوڑ کر بھاگے نہیں۔

اس کے بعد حضور ﷺ نے فرمایا: تم نے کیا سوال کیا تھا؟ اس نے کہا: آپ ﷺ یہ فرمائیں کہ اگر میں اللہ کی راہ میں قتل کردیا جاؤں تو قتل ہونا میرے گناہوں کا کفارہ بن جائے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں، جبکہ تم صبر سے کام لو اور صرف اللہ کی رضا و ثواب کے لیے لڑو، دشمن کی طرف بڑھتے جاؤ، میدان چھوڑ کر بھاگو نہیں، ہاں! اگر کسی کا قرض باقی ہے اور دینے کی نیت نہیں تو یہ نہ معاف ہوگا قرض کا ذکر فرما کر آپ ﷺ نے سارے حقوق العباد کی طرف اشارہ کردیا کہ شہادت سے صرف حقوق اللہ معاف ہوں گے۔

سوال کے علاوہ دوسری بات کی طرف متوجہ کرنا:

کبھی کبھی آپ ﷺ سوال کرنے والے کو بڑے حکیمانہ انداز میں دوسری بات کی طرف متوجہ فرماتے تھے۔

مثلاً حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضور ﷺ سے سوال کیا کہ اللہ کے رسول ﷺ قیامت کب آئے گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تم نے قیامت کے لیے کیا تیاری کی ہے؟ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: اللہ کے رسول ﷺ قیامت کے لیے ہم نے بہت سی نمازیں، روزے، صدقہ وخیرات تو تیار نہیں کیے ہیں، البتہ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ سے محبت ضرور رکھتا ہوں۔ (یہ جواب سن کر) آپ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن تم اس کے ساتھ ہو گے، جس سے محبت رکھتے ہو۔

حضور ﷺ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے سوال کو جو قیامت آنے سے متعلق تھا، جس کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے، کسی اور کو اس کا علم نہیں ہے، دوسری طرف رُخ موڑ دیا، جس کی انھیں زیادہ ضرورت تھی اور اس میں ان کا زیادہ فائدہ تھا۔وہ یہ کہ قیامت کے لیے اعمال صالحہ تیار کریں، چناں چہ آپ ﷺ نے سوال کیا تم نے اس کی تیاری کیا کی ہے؟ تو جواب دیا اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی محبت، آپ ﷺ نے فرمایا: قیامت میں تم اس کے ساتھ ہو گے جس سے محبت کرتے ہو۔

جواب میں آپ ﷺ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے سوال سے زیادہ بات بتائی کہ قیامت کے دن آدمی انہی لوگوں کے زمرے میں رکھا جائے گا، جن کے ساتھ رہتا ہے اور جن سے محبت کرتا ہے۔اس حدیث میں آدمی کے لیے تعلیم اور سمجھاوا ہے، بلکہ ڈرایا گیا ہے کہ دنیا میں غلط ساتھیوں کے ہمراہ وقت نہ گزارے، ان میں نہ اُٹھے بیٹھے کہ اس کے نتیجہ میں وہ قیامت کے دن وہاں غلط ساتھیوں کے ساتھ ہوگا۔

سائل کے سوال کا رُخ موڑنے کا یہ انداز حکیم کا حکیمانہ انداز کہلاتا ہے۔سائل کے پوچھے بغیر اس کو وہ بتادیا جاتا ہے جو اس کے لیے زیادہ ضروری اور جو سوال اس نے کیا ہے، اس سے زیادہ اہم اور نفع بخش ہے۔

بقیہ صفحہ نمبر 12 پر

کاغذ پر نظر پڑتے ہی میں ٹھٹک کر رہ گیا۔ دو تین دن سے مسلسل ایسی خبریں آ رہی تھیں، جن سے میں بہت دل گرفتہ تھا۔ ◆ایک خاتون نے دو بچوں سمیت ٹرین کے نیچے آکر خودکشی کر لی ◆ایک مجبور شہری نے بجلی کے بھاری بلوں سے تنگ آکر بلوں سمیت اپنے آپ کو آگ لگالی ◆ایک کنڈیکٹر نے صرف دس روپے کی خاطر غصے میں آکر مسافر کو چلتی بس سے نیچے پھینک دیا۔ عدمِ برداشت کے ان واقعات نے مجھے ذہنی طور پر بہت پریشان کر رکھا تھا، پھر میں اپنے دو تین ذاتی معاملات کی وجہ سے بھی رنجیدہ تھا۔ اس کاغذ پر لکھی تحریر میرے لیے خوش گوار اور تازہ ہوا کا ایک جھونکا ثابت ہوئی۔ تحریر مختصر تھی، لیکن اپنے اندر معانی کا ایک جہاں رکھتی تھی۔ میں اپنے پرانے کاغذات اور فائلوں کی چھانٹی کر رہا تھا کہ ایک فائل سے چھوٹا سا کاغذ برآمد ہوا کاغذ پر یہ عبارت درج تھی:

میری زندگی کا نچوڑ: (1) نیکی کا کوئی موقع ضائع نہ کریں۔

(2) دوسروں کو معاف کر دیں اور اگر ہو سکے تو برائی کا بدلہ بھلائی سے دیں۔

(3) لمحہ موجود میں جییں۔

میں ایک ایک نکتے پر غور کرتا گیا۔ جتنا زیادہ غور کرتا تھا اور اس کی گہرائی میں جاتا تھا، اتنا ہی اس کی اہمیت کا دائرہ وسیع ہوتا جاتا تھا۔ زندگی گزارنے کے یہ سنہری اصول مجھے اپنی عمر کے آخری حصے میں ملے۔ نہ جانے کب اور کس کے لکھے ہوئے تھے، لیکن انھوں نے میری سوچ کو مثبت بنانے اور عمل کو بابرکت بنانے میں نہایت اہم کردار ادا کیا۔۔۔ پھر اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں یہ بات ڈالی کہ کیوں نہ ان قیمتی باتوں کو دوسروں تک بھی پہنچاؤں، تاکہ زیادہ سے زیادہ قارئین ان سے فائدہ حاصل کر سکیں۔

نیکی کا کوئی موقع ضائع نہ کریں: کیا خبر یہ نیکی کا آخری موقع ہو! ہماری خوش قسمتی ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہمیں نیکی کرنے کے وسیع مواقع عطا فرمائے ہیں۔ ہم اپنے وقت کو قیمتی بنانا چاہیں تو ایسا کوئی موقع بھی ضائع نہیں کرنا چاہیے۔ قدم قدم پر ہم ایسے کام کر سکتے ہیں، جن سے ہمیں بیش بہا اجر و ثواب ملتا ہے۔ کسی سے مسکرا کر مل لینا، سلام کہنا، دعا دینا، طبیعت کا حال پوچھنا، گھر میں مسکراتے ہوئے داخل ہونا، کسی کے لیے تھوڑا سا کھسک کر یا سمٹ کر اسے بیٹھنے میں آسانی دینا، کسی کے لیے راستہ چھوڑ دینا، گویا ہر وہ کام کرنا جس سے دوسروں کو آسانی اور خوشی حاصل ہو۔ یہ کام آسان ہوتے ہیں، لیکن ان سے بہت مثبت اور خوش گوار نتائج نکلتے ہیں۔ دوسروں کے لیے بھی اور ہمارے اپنے لیے بھی۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایسی بے شمار نعمتیں عطا فرمائی ہیں، جن سے دوسرے کئی لوگ محروم ہیں۔ ہم ان نعمتوں میں انھیں بھی شریک کر سکتے ہیں، مثلاً ان پر اپنی دولت کا کچھ حصہ خرچ کر سکتے ہیں، ہماری صحت اور تندرستی کی نعمت بھی کمزوروں، معذوروں اور بیماروں کے کام آ سکتی ہے، ہمیں اگر فراغت میسر ہے تو اس میں بھی ہم دوسروں کے کام آکر انھیں آسانی فراہم کر سکتے ہیں۔ ہمیں کوئی اچھی اور مفید بات ملتی ہے تو اسے دوسروں تک پہنچا سکتے ہیں۔ (یہ مضمون بھی اسی نیت اور جذبے کے ساتھ تحریر کیا جارہا ہے)۔ نیکی کا موقع سامنے آئے تو دو باتوں کا ضرور خیال کریں: پہلی یہ کہ نیکی کرنے میں جلدی کرنی چاہیے، یہ نہ ہو کہ یہ موقع ہماری سستی اور کاہلی کی وجہ سے کہیں ہمارے ہاتھ سے نکل جائے اور پھر ہم ہاتھ ملتے رہ جائیں۔ زندگی مختصر ہے اور اسے پانی کے بلبلے سے تشبیہ دی گئی ہے۔ ہمیں اللہ اور جنّت کی طرف دوڑنے یعنی جلدی کرنے کا حکم ہے اور جنّت کا راستہ نیکی جلدی کرنے سے آسانی سے طے ہو گا۔

دوسری بات یہ کہ کسی نیکی کو اس لیے نہیں چھوڑ دینا چاہیے کہ یہ چھوٹی نیکی ہے۔ کیا خبر اسی چھوٹی نیکی کی وجہ سے ہماری بخشش ہو جائے۔ بڑے بڑے اللہ والوں کے متعدد واقعات موجود ہیں کہ اپنے کمال زہد و تقویٰ، وسیع علم و دانش اور طویل تدریسی خدمات کے باوجود اُن کی بخشش کی وجہ محض ایک چھوٹی سی نظر آنے والی نیکی بنی۔ ایک متبحر عالم و مصنّف نے دیکھا کہ جس قلم سے وہ لکھنے لگتے ہیں، اُس کی نوک پر ایک مکھی بیٹھ کر سیاہی چوس رہی تھی۔ انھوں نے چند لمحے توقف کیا، تاکہ مکھی اپنی پیاس بجھا سکے۔ یہی چھوٹا سا عمل اُن کے لیے بخشش کا باعث بن گیا۔ اسی طرح ایسے بھی واقعات ہیں کہ بڑے سے بڑے گنہگار نے ایک پیاسی بلی یا کتے کو پانی پلا کر جنّت کمالی۔

ہمارے بزرگوں کا بھی یہی معمول تھا کہ وہ نیکی کا کوئی موقع ضائع نہیں کرتے تھے۔ ہمارے لڑکپن کے زمانے میں گھر میں اگر کبھی کوئی خاص سالن، گاجر کا حلوہ یا زردہ وغیرہ بنتا تو ہمارے والد مرحوم پڑوسیوں اور دوستوں کو ضرور بھجواتے تھے۔ ہمیں بعض مرتبہ اس کام کے لیے اچھا خاصا دور بھی جانا پڑتا تھا، لیکن والد صاحب کی پُرزور خواہش ہمیں اس نیک کام کی ترغیب دیتی تھی۔ اس طرح وہ ہماری تربیت بھی کرتے تھے۔ اپنی حیثیت سے کم دوستوں اور پڑوسیوں کا اس سلسلے میں خاص خیال رکھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے نیکی کرنے کے عمل کو اتنا آسان بنایا ہوا ہے کہ ہم اپنے روزمرّہ کاموں کے دوران اُٹھنے، بیٹھنے، چلنے، جاگنے، سونے، کھانے پینے، ملنے جلنے گویا ہر دنیاوی ضرورت پوری کرنے کے دوران بھی نیکیاں کما سکتے ہیں۔ اگر ہم اپنا ہر کام سنّتِ رسول ﷺ کے مطابق کریں، تب بھی نیکیاں کما رہے ہوتے ہیں۔ صرف یہی نہیں بلکہ اپنے کاموں سے پہلے اچھی نیت کرنے سے بھی نیکی کما رہے ہوتے ہیں۔

یہ مثال آپ نے پہلے بھی پڑھ رکھی ہوگی کہ اگر ہم اپنے کمرے کی دیوار میں روشن دان اس غرض سے بناتے ہیں کہ یہاں سے دھوپ اور ہوا آئے گی تو ہمیں صرف ان چیزوں سے آرام ملے گا، لیکن اگر یہ نیت کر لیں کہ یہاں سے اذان کی آواز زیادہ آسانی سے آئے گی تو آرام کے ساتھ ساتھ ثواب بھی حاصل کر لیں گے۔ دل میں یہ سوچ لیں کہ ہم پانی اس لیے پی رہے ہیں کہ ہمارے پیارے نبی ﷺ نے پانی پیا تھا، کھانا اس لیے کھا رہے ہیں کہ آپ ﷺ نے بھی کھانا تناول فرمایا تھا تو ان شاء اللہ یہ بات بھی ثواب اور برکت حاصل کرنے کا ذریعہ بن جائے گی۔ اسی طرح آج کی تازہ روٹی یا ترکاری میسر نہ ہونے کی صورت میں کل کی بچی ہوئی روٹی یا ترکاری صبر شکر کے ساتھ اس نیت سے کھائیں کہ اسے آپ ﷺ کے زمانے سے زیادہ قریبی نسبت ہے تو یہ نیت بھی ہمارے عمل کو بابرکت اور باعثِ اجر و ثواب بنا دے گی۔

نیکی کا کوئی موقع ضائع نہ کرنے والے کو شاید سب سے بڑا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ اسے گناہ کرنے کا وقت ہی نہیں ملتا، جب کہ از روئے حدیث سب سے بڑا عبادت گزار (نیکی کرنے والا) وہ ہے جو گناہوں سے بچتا ہو۔

دوسروں کو معاف کر دیں اور اگر ہو سکے تو بُرائی کا بدلہ بھلائی سے دیں: زندگی پُرسکون انداز میں گزارنے کا یہ اتنا سنہری نسخہ ہے کہ انسان ہر وقت ہلکا پھلکا رہتا ہے اور ہر قسم کی پریشانی، تناؤ اور فکر سے آزاد ہو کر ذہنی اور جسمانی

پُرسکون زندگی

حصہ اول

پروفیسر محمد اسلم بیگ

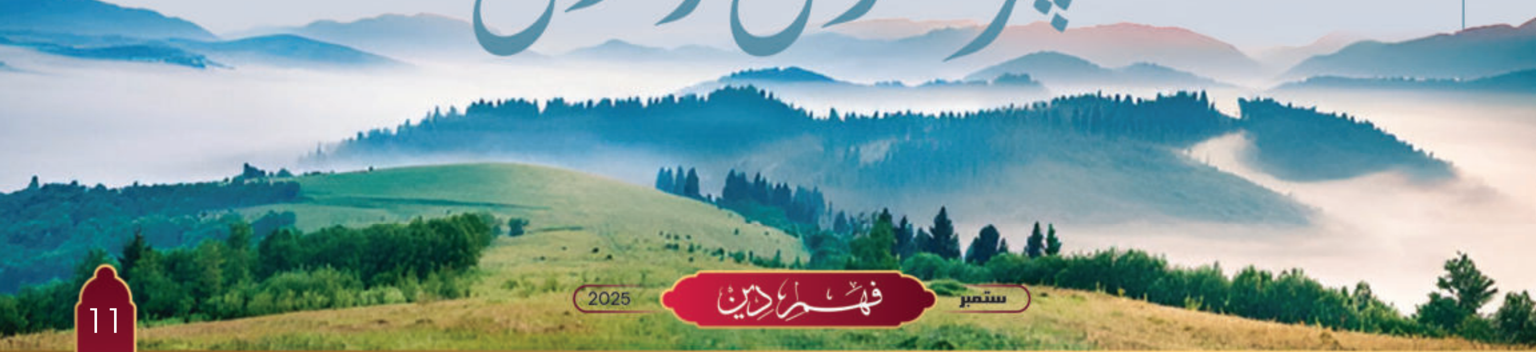

لحاظ سے تن درست زندگی گزارتا ہے۔ معاف کرنے کا عمل اللہ ربُّ العزّت اور اُس کے پیارے نبی ﷺ کو بہت پسند ہے۔ ایک طرف قرآنِ پاک میں اس کی پُرزور تعلیم دی گئی ہے اور دوسری طرف یہ مسنون عمل بھی ہے۔ صرف مسنون ہی نہیں بلکہ رحمت اللعالمین ﷺ کا نہایت پسندیدہ طرزِ عمل بھی ہے۔ معاف کرنے کا آسان نسخہ یہ ہے کہ سب سے پہلے اُسے معاف کریں، جس کو معاف کرنا آپ سب سے زیادہ مشکل سمجھتے ہیں، پھر باقی لوگوں کو معاف کرنا آسان ہو جائے گا۔ ایک اللہ والے کو معلوم ہوا کہ ان کا پڑوسی لوگوں سے اُن کی بُرائیاں کرتا ہے، غیبت کرتا ہے اور بہتان لگانے سے بھی باز نہیں آتا۔ اللہ والے خاموشی سے سن لیتے تھے اور کوئی جواب نہیں دیتے تھے۔ کچھ دنوں بعد انھوں نے اس پڑوسی کے گھر مٹھائی کا ایک ڈبّا بھجوایا اور پیغام بھجوایا کہ آپ اتنے دنوں سے میرے گناہ دھونے اور میری نیکیوں میں اضافہ کرنے کا سبب بن رہے ہیں۔ شکرانے کے طور پر یہ مٹھائی پیشِ خدمت ہے۔ قبول فرمائیں! پڑوسی بہت شرمندہ ہوا آ کر اُن سے معافی مانگی اور آئندہ اپنے اس فعل سے توبہ کر لی۔

نبیِٔ رحمت ﷺ، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور دیگر اکابر رحمہم اللہ کی زندگیوں میں ایسی بے شمار مثالیں موجود ہیں، جن میں انھوں نے عفو و درگزر سے کام لے کر اپنے دشمنوں اور اپنے مخالفین کے دل جیتے۔ اُن کا یہ طرزِ عمل دراصل کتابِ ہدایت قرآنِ کریم پارہ 24 سورۂ حم السجدہ کی آیت 34، 35 کی عملی تفسیر و تشریح ہے۔

”اور نیکی اور بدی برابر نہیں ہو سکتے، اور برائی کو بہتر (طریقے) سے دور کیا کرو سو نتیجتاً وہ شخص کہ تمہارے اور جس کے درمیان دشمنی تھی گویا وہ گرم جوش دوست ہو جائے گا اور یہ (خوبی) صرف اُنہی لوگوں کو عطا کی جاتی ہے جو صبر کرتے ہیں، اور یہ (توفیق) صرف اسی کو حاصل ہوتی ہے جو بڑے نصیب والا ہوتا ہے۔“ (حم السجدۃ: 34، 35)

دشمنی کو دوستی میں بدلنے کا کیا خوب صورت طریقہ ہے! قرآنِ پاک کی ان آیات نے عفو و درگزر کے اس سنہری اصول کی سچائی پر سند کی مہر لگا دی ہے۔ اس کے ساتھ ہی اگر ہم سے کوئی غلطی ہو جائے یا کسی کی دل آزاری ہو جائے تو ہمیں بھی اُس سے معافی مانگنے میں دیر نہیں کرنی چاہیے۔

لمحہ موجود میں جییں: زندگی رنج و غم سے آزاد اور پُرسکون گزارنے کا ایسا سنہری اصول ہے کہ جوں جوں وقت گزر رہا ہے، اس کی اہمیت بڑھتی جا رہی ہے۔ 1997ء میں ایک کتاب منظرِ عام پر آئی، جس کا نام POWER OF NOW یعنی لمحہ موجود کی طاقت اور اہمیت تھا۔ اس کے مصنّف روحانیات سے تعلق رکھنے والے ECKHART TOLLE تھے۔ انھوں نے اس میں تفصیل سے اس بات پر روشنی ڈالی کہ Now اب یا لمحہ موجود ہی ہماری اصل طاقت اور اصل توانائی ہے۔ اگر ہم اپنی موجودہ کیفیت، موجودہ حالت، میسر نعمت، دستیاب دولت اور اچھی صحت سے پوری طرح لطف اندوز ہوں تو ماضی کی تلخیوں اور مستقبل کے اندیشوں سے نجات حاصل کرنا ہمارے لیے بہت آسان ہو جاتا ہے۔ ہم جو کام بھی اس وقت کر رہے ہیں، اس میں اپنی توجہ سو فی صد مرکوز کر لیں تو ہمارے ذہن اور ہمارے جسم کی توانائی میں کئی گنا اضافہ ہو جاتا ہے اور ہم وہ کام احسن طریقے سے کرنے کے قابل ہو جاتے ہیں۔ یہ قوتِ ارادی WILL POWER، یہ ولولہ تازہ، یہ یقینِ محکم سب لمحہ موجود میں جینے ہی کی برکات ہیں۔ ہم اگر لمحہ موجود میں جینے کی عادت ڈال لیں اور یہ کیفیت اپنے اوپر طاری کر لیں تو ہمارا ہر عمل بہترین طریقے سے انجام پاتا ہے اور ہر کام کا بہترین نتیجہ نکلتا ہے۔

سب سے اہم کام نماز ہی کو لے لیجیے۔ نماز ادا کرتے ہوئے ہم اگر اِدھر اُدھر کے دھیان، ماضی کے واقعات اور مستقبل کے منصوبوں سے بے نیاز ہو کر صرف نماز ہی پر اپنی توجّہ مرکوز رکھیں تو ہمیں کمال کا خشوع و خضوع حاصل ہو گا اور حضوری کی کیفیت پیدا ہو گی اور پھر یہ نماز جہاں دربارِ خداوندی میں مقبول و منظور ہو گی، وہاں ہمیں بھی ایک سرور اور ایک لطف کی کیفیت عطا کرے گی۔ اسی طرح ہم کوئی مشروب پی رہے ہیں، کھانا کھا رہے ہیں، موسمی پھل سے لطف اندوز ہو رہے ہیں تو اگرچہ یہ ہمارا پسندیدہ عمل ہوتا ہے بلکہ اگر بھوک زیادہ ستا رہی ہو اور کھانا بھی مزیدار ہو تو یہ من پسند کام بن جاتا ہے، لیکن اس کے باوجود ہم جتنی زیادہ توجہ اور دھیان سے، خوب چبا چبا کر اور اپنے آپ کو پوری طرح شامل کر کے یہ عمل کریں گے، اتنا ہی زیادہ اچھی طرح ہضم ہو گا اور جزوِ بدن بن کر ہماری ہر قسم کی غذائی ضروریات پوری کرے گا۔

یہ بات ضرور ہے کہ کہنے میں یہ جتنا آسان عمل ہے، کرنے میں یہ اتنا ہی مشکل ہے۔ اپنے آپ کو لمحہ موجود میں پابند کرنا کوئی آسان کام نہیں۔ ہمارا دل اس پابندی کو غلامی سمجھ کر بار بار اس سے لڑتا ہے اور ارتکاز کے دائرے سے باہر نکل جاتا ہے۔ اس لیے چند ایسے طریقوں یا ورزشوں کا ذکر کیا جاتا ہے، جن کی مشق کر کے ہمارے لیے لمحہ موجود میں آنا اور رہنا آسان ہو جاتا ہے۔

(جاری ہے)

بقیہ

حضورِ اقدس ﷺ بحیثیتِ استاذ و مربّی

ایک شخص نے نبی اکرم ﷺ سے سوال کیا اس نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! مُحرِم (یعنی احرام باندھنے والا) کیا پہنے؟ آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا: قمیص پہنے گا، نہ عمامہ باندھے گا نہ ہی پاجامہ پہنے گا، نہ ٹوپی لگائے گا نہ ایسا کپڑا پہنے گا، جس میں زعفران لگا ہو، اگر جوتا نہ ملے تو خفین پہن لے، لیکن اس کو اوپر سے کاٹ کر ٹخنوں تک کر دے۔

آپ ﷺ سے اتنا پوچھا گیا تھا کہ محرم کیا پہنے۔ آپ ﷺ نے جواب میں تفصیل بیان فرمائی، جس میں وہ چیزیں معلوم ہو گئیں جو مُحرِم کو پہننا درست نہیں ہیں۔

پھر آپ ﷺ سے جتنا اس نے پوچھا تھا، اس سے زیادہ بیان فرما دیا، جوتا نہ ہونے کی صورت میں خف پہننے کو بتایا۔ یہ مجبوری کی صورت بیان فرمائی، جس کا سوال سے ہی تعلق ہے، چناں چہ فرمایا: اگر جوتا نہ میسر ہو تو خفین پہن لے، لیکن اس کو کاٹ کر ٹخنوں تک کر دے۔

اسی طرح حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک اعرابی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: اللہ کے رسول ﷺ! ایک آدمی مالِ غنیمت کی خاطر جہاد کرتا ہے۔ ایک شخص بہادری کی شہرت کے لیے جہاد کرتا ہے۔ ایک اپنی بہادری دِکھانے کے لیے جہاد کرتا ہے۔ ان میں کس کا جہاد اللہ کی رضا کے لیے ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”جو اللہ کا کلمہ بلند کرنے کی نیت سے جہاد کرے، وہ اللہ کی راہ میں ہے۔“

اس حدیث میں اصل سوال کا جواب دینے کی بجائے آپ ﷺ نے سائل کے ذہن کو دوسری طرف موڑ دیا۔ اس لیے کہ سائل کے سوال کا جواب ہاں یا نہیں میں دینا مناسب نہیں تھا، جواب دینے میں آپ ﷺ نے جنگ کی اس شکل کا جواب دینے سے احتراز فرمایا اور جنگ کرنے والے کے حال کو بیان کیا اور سائل کو بتایا کہ اصل اعتبار نیت و ارادے کا ہے۔ آپ ﷺ کا جواب نہایت بلیغ اور مختصر ہے۔ اس حدیث کو جوامع الکلم میں شمار کیا گیا ہے۔ اس لیے کہ اگر آپ ﷺ جواب میں یہ فرماتے کہ جو کچھ تم نے بیان کیا ہے، ان میں کوئی چیز اللہ تعالیٰ کے لیے نہیں ہے۔ کبھی کبھی غصہ اور اللہ کی حمیت بھی اللہ ہی کے لیے ہوتی ہے، جو فی سبیل اللہ شمار کی جاتی ہے، لہٰذا حضور ﷺ نے ایسا لفظ استعمال کیا، جس میں سائل کا جواب بھی آ گیا اور مزید باتیں بھی آ گئیں۔ اس طرح آپ ﷺ نے غیر واضح بات کو واضح بھی فرمایا اور بات اچھی طرح سمجھا بھی دی۔

Perfect
FRESHENER

CELEBRATING 78TH

PAKISTAN INDEPENDENCE DAY

1947

ProudlyMadeInPakistan

سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور انسانی حقوق

عفرا خالد

قرآنِ مجید اور سیرت النّبی دونوں کی تعلیمات ہمیں "حقوق اللہ اور حقوق العباد" سے واقفیت دیتی ہیں، جبکہ انسان کا دیا فلسفہ صرف "انسانی حقوق" کی بات کرتا ہے، خدا کے حقوق کی بات نہیں کرتا۔ ان کے ہاں خدا کے وجود کی کوئی اہمیت نہیں، جب کہ دینِ اسلام کے نزدیک اللہ ہی حقیقت ہے، اس لیے پہلا حق بھی اللہ کا اور پھر انسانوں کے حقوق ہیں۔

جب ہم قرآن کو دیکھتے ہیں تو: اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ سورۃ الماعون میں چار حقوق بیان کرتا ہے: ایک اللہ کا اور تین بندوں کے۔

نماز کا ذکر اللہ کے حق کی نشان دہی ہے اور نماز نہ پڑھنا یا سستی کرنا اللہ کی حق تلفی ہے۔

"یتیم کو دھکے نہ دینا" یہ بندوں کے حق کا ذکر ہے۔

"مسکین اور محتاج کو کھانا کھلانا" بندوں کا حق ہے۔

وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ استعمال کی چیزیں ایک دوسرے کو دینا انسانی حق ہے۔

اسی طرح سورۃ النساء میں اللہ کا ارشاد ہے: اور اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو، رشتے داروں، یتیموں، مسکینوں، قریب والے پڑوسی، دور والے پڑوسی، ساتھ بیٹھے ہوئے شخص، راہ گیر اور اپنے غلام باندیوں کے ساتھ بھی اچھا برتاؤ رکھو۔

اس آیتِ کریمہ میں حقوق کے دس دائرے بیان کیے ہیں۔

پہلا: اللہ کی عبادت کرو، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔

باقی نو حق بندوں کے بیان کیے ہیں:

والدین کا حق: ان کے ساتھ اچھے سلوک سے پیش آؤ، پھر قریبی رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، قریبی پڑوسیوں، وہ پڑوسی جو رشتہ دار نہیں ہے "صاحب بالجنب" سبق کا ساتھی، سفر کا ساتھی، کمرے کا ساتھی وغیرہ اور مسافروں اور غلاموں کے حقوق درجہ بدرجہ بیان فرمائے ہیں۔

سورۃ الاسراء میں ارشاد باری ہے: قریبی رشتے داروں پر خرچ کرو، یہ تمہارا احسان نہیں ان کا حق ہے۔ مسکین اور مسافر پر خرچ کرو، یہ تمہارا احسان نہیں ہے، ان کا حق ہے۔ حضور ﷺ نے بھی ہمارے لیے حقوق کا ایک عملی تصور پیش کیا۔ انسانوں کے تمام طبقات کے حقوق کو بیان کیا اور ادائیگی کا حکم دیا۔

رشتے داروں میں سب سے پہلے ماں باپ کا حق ہے۔ اس میں بھی ماں کے حق کو رسول ﷺ نے برتر قرار دیا۔ حدیثِ مبارکہ ہے ایک شخص نے اللہ کے رسول ﷺ سے دریافت کیا: میرے حسنِ سلوک کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تمہاری ماں۔ یہ بات آپ ﷺ نے تین بار ارشاد فرمائی۔ چوتھی مرتبہ جب پوچھنے والے نے پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: تمہارا باپ۔ (سنن ابوداؤد، جامع ترمذی)

جب آپ ﷺ پر پہلی وحی نازل ہوئی تو اُمّ المومنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کی صفاتِ عالیہ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا: "بے شک آپ ﷺ صلہ رحمی کرتے ہیں، کمزوروں، یتیموں اور غریبوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، ناداروں کے لیے کماتے ہیں، مہمان نوازی کرتے ہیں اور راہِ حق میں پیش آنے والی مشکلات میں مدد کرتے ہیں" (صحیح البخاری)

حقوق اللہ اور حقوق العباد میں کوئی فرق نہیں ہے، بلکہ بعض مرتبہ حقوق العباد کا درجہ حقوق اللہ سے بڑھ جاتا ہے۔ اس کی تائید ایک حدیث سے ہوتی ہے۔

اُمُّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: "بارگاہِ الٰہی میں تین طرح کے رجسٹر ہوں گے۔ ان میں ایک رجسٹر انسانوں کے آپسی حقوق کا ہوگا۔ کسی نے کسی شخص کا مال غصب کیا ہوگا، کسی نے کسی پر ظلم ڈھایا ہوگا، کسی نے کسی کو گالی دی ہوگی۔ حدیث میں صراحت ہے کہ جب تک متعلقہ فرد معاف نہ کردے، اللہ تعالیٰ کبھی اس کو معاف نہیں کرے گا۔" (مسند احمد)

اللہ کے رسول ﷺ نے جب لوگوں کے حقوق بیان کیے تو خاص طور سے معاشرے کے کم زور طبقات کے حقوق پر آپ ﷺ نے زیادہ زور دیا اور ان کی ادائیگی کی تاکید کی۔ آپ ﷺ کے یہ ارشادات خطبۂ حجۃ الوداع کے موقع پر بھی بیان کیے۔ اس زمانے میں جو کم زور طبقات تھے، ان میں خاص طور سے عورت تھی۔ عورت چاہے ماں ہو یا بہن ہو یا بیوی ہو یا بیٹی عرب معاشرے میں عورت کو کسی بھی لحاظ سے بنیادی انسانی حقوق حاصل نہیں تھے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے اس کے حقوق کی تاکید کی اور عورت کے بحیثیتِ عورت حقوق بیان کیے۔

آپ ﷺ نے خطبۂ حجۃ الوداع میں ارشاد فرمایا: "عورتوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو۔" (سنن ابن ماجہ)

دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "عورتوں کے حقوق کے سلسلے میں اللہ سے ڈرو۔" (صحیح مسلم)

نجی زندگی کا تحفّظ بھی انسانی حقوق میں شامل ہے۔ فرد کو اپنی نجی زندگی یعنی گھر کی چار دیواری کے اندر کی زندگی کا تحفّظ حاصل ہے۔

نبی ﷺ نے فرمایا کہ "کسی کے گھر جاؤ تو اجازت لیے بغیر گھر میں مت داخل ہو۔" رسول اللہ ﷺ ایک صحابی رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ نے تین دفعہ السلام علیکم کہا، لیکن اندر سے کوئی جواب نہ آیا تو حضور ﷺ واپسی کے لیے پلٹے ہی تھے کہ اندر سے وہی صحابی دوڑتے دوڑتے آئے۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا کہ "بھئی! آپ نے میرے سلام کا جواب نہیں دیا۔" صحابی نے جواب دیا کہ "یارسول اللہ ﷺ! میں نے تینوں دفعہ جواب دیا، لیکن آہستہ دیا، اس لیے کہ آپ ﷺ کی زبانِ مبارک سے بار بار سلام سننے کو جی چاہتا تھا۔"

ایک شخص نبی ﷺ کی خدمت میں آیا اور پوچھا: "یارسول اللہ ﷺ! میں اپنی ماں کے گھر جاؤں تو اس سے بھی اجازت مانگوں؟" فرمایا: "ہاں، اس سے بھی اجازت مانگو!" پوچھا: "یارسول اللہ ﷺ! میری ماں الگ گھر میں رہتی ہے، کیا میں اس سے بھی اجازت مانگو؟" آپ ﷺ نے پھر فرمایا: "ہاں، اس سے بھی اجازت مانگ کر اندر جاؤ!" اس نے پھر تیسری بار پوچھا: "یارسول اللہ ﷺ! مجھے بار بار جانا پڑتا ہے۔" حضور ﷺ نے اس پر کہا کہ "اگر تمہاری ماں کسی نامناسب حالت میں ہو تو کیا تم دیکھنا پسند کروگے؟" اس نے کہا: "نہیں۔" فرمایا: "پھر اجازت لے کر جاؤ۔" یہ ایک گھر کی نجی زندگی کا تحفّظ ہے۔

انسانی حقوق کا تصوّر سب سے پہلے اسلام نے دیا ہے، جبکہ آج کی مغربی دنیا اس کے چودہ سو سال بعد انسانی حقوق سے آشنا ہوئی ہے۔ رائے کی آزادی ہو، جان کا تحفّظ ہو، مال کا تحفّظ ہو، آبرو کا تحفّظ ہو، گھریلو زندگی کا تحفّظ ہو، عورتوں کے حقوق ہوں، غلاموں کے حقوق ہوں، رشتہ

خواتین کی عظمت
سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آئینے میں

حفصہ سلطان

جب تاریخِ انسانی کے اوراق پلٹتے ہیں تو عورت کی حالتِ زار پر دل دہل جاتا ہے۔ کہیں وہ زندہ دفن کی جاتی تھی، کہیں بازار کی جنسِ فروخت تھی تو کہیں صرف مرد کی خوشی کا ذریعہ۔۔۔ مگر اس ظلمت بھرے ماحول میں نبیٔ رحمت، حضرت محمد ﷺ کی سیرت ایسی روشنی بن کر اُبھری جس نے عورت کو عزّت، تحفظ اور وقار عطا کیا۔

سیرت النّبی ﷺ کا مطالعہ ہمیں بتاتا ہے کہ آپ ﷺ نے عورت کو نہ صرف جینے کا حق دیا بلکہ اُسے معاشرے میں باوقار مقام بھی عطا فرمایا، ایسا مقام جو آج کے ترقی یافتہ دور میں بھی اکثر معاشروں میں نظر نہیں آتا۔

اکثر لوگ اسلام پر تنقید کرتے ہیں کہ یہ مذہب عورتوں کو پیچھے رکھتا ہے، اُن کے حقوق سلب کرتا ہے اور مردوں کو برتری دیتا ہے، لیکن جب میں سیرتُ النّبی ﷺ کا مطالعہ کرتی ہوں تو ایک حیرت انگیز حقیقت میرے دل کو سکون دیتی ہے۔ اسلام نے عورت کو عزّت، حق، آواز اور مقام سب کچھ دیا اور وہ بھی اس وقت، جب دنیا عورت کو زندہ دفن کر رہی تھی۔

میں یہ بات صرف جذبات سے نہیں، بلکہ سیرتِ طیبہ کی روشنی میں تاریخی حقائق کی بنیاد پر کہہ رہی ہوں۔

بیٹی: رحمت یا بوجھ؟

عرب معاشرہ بیٹی کی پیدائش کو شرم سمجھتا تھا، قرآن کہتا ہے:

وَإِذَا الْمَوْءُودَةُ سُئِلَتْ، بِأَيِّ ذَنبٍ قُتِلَتْ (التکویر 8-9)

"جب زندہ دفن کی گئی بچی سے پوچھا جائے گا، کس گناہ کی پاداش میں اسے قتل کیا گیا؟"

ایسے ماحول میں نبی کریم ﷺ نے بیٹی کو رحمت کہا:

مَنْ عَالَ جَارِيَتَيْنِ حَتَّى تَبْلُغَا جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَنَا وَهُوَ كَهَاتَيْنِ (صحیح مسلم)

"جس نے دو بیٹیوں کی پرورش کی یہاں تک کہ وہ بالغ ہو گئیں، وہ قیامت کے دن میرے ساتھ یوں ہوگا (اور آپ نے اپنی دو انگلیاں ملادیں)"

کیا یہ الفاظ کسی مرد برتری والے انسان کے لگتے ہیں؟ نہیں! یہ تو وہ رحمت للعالمین ﷺ ہیں، جنہوں نے بیٹیوں کی پرورش کو جنّت کا ذریعہ قرار دیا۔

بیوی۔۔۔ غلام نہیں، رفیق: نبی ﷺ کی ازدواجی زندگی ایک مثالی زندگی تھی۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نبوت سے پہلے 15 سال کی شادی، آپ ﷺ کی وفاداری اور محبت کی سب سے بلند مثال ہے۔ آپ ﷺ نے کبھی آواز بلند نہیں کی، نہ ہی حقارت کی نگاہ سے دیکھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: "نبی ﷺ گھر کے کاموں میں ہاتھ بٹاتے، اپنے کپڑے خود سی لیتے، جوتے مرمت کرتے تھے۔" (صحیح بخاری)

یہ میرے الفاظ نہیں، بلکہ سیرت کا وہ پہلو ہے جو ہمیں سکھاتا ہے کہ ازدواجی زندگی کا مرکز صرف محبت، شفقت اور احترام ہونا چاہیے۔

ماں۔۔۔ جنّت کا دروازہ:

جب ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ اس پر سب سے زیادہ حق کس کا ہے؟ تو نبی ﷺ نے فرمایا: أُمُّكَ، ثُمَّ أُمُّكَ، ثُمَّ أُمُّكَ، ثُمَّ أَبُوكَ (صحیح بخاری)

"تیری ماں، پھر تیری ماں، پھر تیری ماں، پھر تیرا باپ۔" اس حدیث کا مفہوم اتنا وسیع ہے کہ ایک عورت کو ماں بن کر بھی تین گنا بلند مرتبہ عطا ہوا۔ وہی عورت جسے جاہلیت میں کم زور، بوجھ اور ناپسندیدہ سمجھا جاتا تھا، اسلام نے اسے جنّت کا دروازہ کہہ کر معزز کیا۔

علم۔۔۔ صرف مردوں کا حق نہیں:

میں جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی علمی بلندیوں پر نظر ڈالتی ہوں تو دل رشک سے بھر جاتا ہے۔ فقہ، حدیث، طبّ اور تاریخ ہر میدان میں وہ ماہر تھیں۔ نبی ﷺ نے کبھی خواتین کو تعلیم سے نہ روکا بلکہ ان کے لیے الگ دن مقرر کیا، تاکہ وہ سوالات پوچھ سکیں۔

آج اگر ہم نے علم سے عورت کو محروم کیا ہے تو یہ ہماری کم فہمی ہے، اسلام کی تعلیمات نہیں۔

معاشرتی کردار۔۔۔ عورت محدود نہیں:

نبی ﷺ کے زمانے میں عورت صرف گھر تک محدود نہیں تھی۔ حضرت اُمّ عمارہ رضی اللہ عنہا جنگِ اُحد میں نبی ﷺ کے دفاع میں تلوار لے کر کھڑی ہوئیں۔ حضرت رفیدہ رضی اللہ عنہا صحابہ کا علاج کرتیں۔ عورت تجارت کرتی، تعلیم دیتی، بیعت کرتی، مشورہ دیتی۔

تو جب نبی ﷺ کی موجودگی میں عورت میدانِ عمل میں تھی تو آج کیوں اسے بیکار یا صرف زیب وزینت کی علامت بنادیا گیا ہے؟

وراثت، نکاح، طلاق کے معاملات:

سیرت النّبی ﷺ کی روشنی میں عورت کو وراثت میں حصہ ملا۔ نکاح میں رضامندی کا اختیار دیا گیا، خلع (طلاق کے مطالبے) کا حق ملا۔

خواتین اور عبادت:

عورت کو پردے میں رہتے ہوئے عبادات اور دین کے فرائض انجام دینے کی مکمل آزادی حاصل ہے۔

آج جب عورت جدیدیت کے نام پر پھر سے استحصال کا شکار ہے، جب وہ آزادی کی تلاش میں اپنی فطری وقعت کھو بیٹھتی ہے تو ہمیں سیرتِ النّبی ﷺ کی طرف پلٹنے کی اشد ضرورت ہے۔

وہ سیرت جو عورت کو عزّت دیتی ہے، تحفظ دیتی ہے اور اس کے جذبات، رائے اور کردار کو اہمیت دیتی ہے۔

اگر آج کی عورت اور آج کا معاشرہ، نبی ﷺ کی سنّت کو بنیاد بنالے تو ہم پھر وہ توازن، سکون اور وقار پا سکتے ہیں، جس کی آج سب کو ضرورت ہے۔

ہماری دعا ہے کہ ہم سیرتِ رسول ﷺ کو سمجھنے والے، اس پر عمل کرنے والے اور خصوصاً ہماری بیٹیاں، مائیں، بہنیں اس روشنی کو اپنے دلوں میں بسا کر اپنی زندگیوں کو سنوارنے والی بن جائیں، کیوں کہ عزّت، وقار اور حفاظت صرف اُسی دروازے سے ملتی ہے، جہاں سے ایک بار نبی ﷺ گزرے ہوں۔

سیرت النبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی روشنی میں عورت کا معاشرے کی بقا میں اہم کردار

حفصہ محمد فیصل

بنیادی ستون:

عورت معاشرے کی بقا میں ایک بنیادی ستون کی حیثیت رکھتی ہے اور سیرتِ النّبی ﷺ کی روشنی میں اس کا کردار نہایت اہم اور قابلِ قدر ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اپنی حیاتِ طیبہ میں عورت کو عزّت، حقوق اور مقام عطا فرمایا، جو اُس وقت کے جاہلانہ معاشرے میں ایک انقلابی قدم تھا۔

قبل از اسلام عورت کا مقام:

اسلام سے قبل عورت کو معاشرے میں کم تر سمجھا جاتا تھا۔ عرب کے بعض قبائل لڑکیوں کو زندہ دفن کر دیتے تھے۔ قرآنِ مجید نے اس ظلم کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا: "اور جب زندہ دفن کی گئی لڑکی سے پوچھا جائے گا کہ کس گناہ کے بدلے میں اسے قتل کیا گیا؟" (التکویر: 8،7)

سیرت النبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم میں عورت کی عظمت

ماں کا مقام:

ماں کی خدمت کے اعتراف میں مشہور حدیث ہے کہ جب نبی پاک ﷺ سے پوچھا گیا تو تین بار ماں کا حق بتایا چوتھے درجے پر خدمت کے اعتبار سے باپ کا درجہ ہے اور عورت کی عظمت اور اہمیت کے لیے اور آپ ﷺ کے اس فرمان سے بڑھ کر کچھ بھی نہیں۔ یہ حدیث ماں کی ذمہ داریوں اور اس کے کردار کی اہمیت کو بھی واضح کرتی ہے۔

ماں کی گود کو پہلی درسگاہ قرار دیا گیا ہے، جہاں سے نسلِ نو کی تربیت کا آغاز ہوتا ہے۔

بیوی کا مقام:

آپ ﷺ نے بیوی کے ساتھ حسنِ سلوک کی تاکید فرمائی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے آپ ﷺ کا برتاؤ محبت، احترام اور مشورے پر مبنی تھا، جو ازدواجی زندگی میں عورت کے مقام کو ظاہر کرتا ہے۔ آپ ﷺ اپنی ازواج کی دلجوئی کے لیے ہر جائز کام کرتے۔ ان کو سفر پر اپنے ساتھ رکھتے، کبھی دشت میں عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ دوڑ لگاتے تو کبھی اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا کے مشوروں پر عمل کرتے، کبھی عائشہ رضی اللہ عنہا کو اپنے پیٹھ کی آڑ میں حبشیوں کا کھیل دِکھلاتے۔

بیوی کے مقام کو پہچاننے کے لیے مردوں کے لیے سیرت النّبی ﷺ کے ان پہلوؤں سے بڑھ کر کوئی بھی چیز نہیں۔ اگر معاشرے میں مرد اپنی عورت کی دل جوئی اور حوصلہ افزائی کو مدِّ نظر رکھیں تو ازدواجی زندگیوں کی مشکلات لمحوں میں دور ہو جائیں۔

بیٹی اور بہن کا مقام:

نبی کریم ﷺ نے بیٹیوں کی پرورش اور ان کے ساتھ حسنِ سلوک پر جنّت کی بشارت دی۔ ایک حدیث میں ہے: "جس شخص کی تین بیٹیاں ہوں، وہ ان کی پرورش کرے، ان پر خرچ کرے اور ان کے ساتھ حسنِ سلوک کرے تو وہ اس کے لیے جہنم سے پردہ بن جائیں گی۔" (سنن ابی داؤد)

آج کے معاشرے میں بھی زمانۂ جاہلیت کی طرح بیشتر جگہوں پر بیٹی کی پیدائش کو بوجھ سمجھا جاتا ہے، لیکن جس شخص نے واقعی سیرت النّبی ﷺ کو اپنایا اور اس حدیث کی روحانیت کو پہچانا تو اس کے لیے بیٹی ایک بڑی نعمت بن سکتی ہے۔

عورت کا معاشرتی کردار:

تعلیم وتربیت:

نبی کریم ﷺ نے علم حاصل کرنے کو مرد و عورت دونوں پر فرض قرار دیا۔ آپ ﷺ نے خواتین کو دینی تعلیم دینے کے لیے خصوصی اوقات مقرر فرمائے۔ آپ علیہ السّلام باقاعدہ اپنے گھر کی خواتین کی تربیت کرتے۔ ان کو دینی مسائل اور شریعت سے آگاہ کرتے۔ اگر ہم اماں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی فقہی صلاحیتوں پر بات کریں تو ایک زمانہ اس کا معترف نظر آتا ہے۔

سیدنا عطاء بن ابی رباح آپ کو "افقہ الناس" قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

كانت عائشة أفقه الناس، وأعلم الناس، وأحسن الناس رأيا في العامة

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سب سے بڑی فقیہہ، سب سے زیادہ علم اور عوام میں سب سے زیادہ اچھی رائے والی تھیں۔

سیدنا عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

ما رأيت أحدا أعلم بفقه ولا بطب ولا بشعر من عائشة

میں نے فقہ، طب اور شعر میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا۔

اصلاحِ معاشرہ:

عورت، خصوصاً ماں، معاشرے کی اصلاح میں مرکزی کردار ادا کرتی ہے۔ ماں کی تربیت سے نسلِ نو کی کردار سازی ہوتی ہے، جو ایک صالح معاشرے کی بنیاد ہے۔

معاشی وسماجی حقوق:

اسلام نے عورت کو وراثت، نکاح، خلع، تعلیم اور رائے دینے جیسے حقوق عطا کیے۔ نبی کریم ﷺ نے ان حقوق کی عملی مثالیں پیش کیں، جو اس وقت کے معاشرے میں ایک انقلاب تھا۔

درحقیقت ایک عظیم عورت کے مقدّس روپ میں "ماں" ایک حساس معاشرتی وسماجی احساسِ ذمے داری کا نام ہے جو بلاشبہ اللہ کے پسندیدہ کاموں میں سے ایک ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ازدوجی زندگی گاڑی کے دو پہیے ہیں۔ دونوں میں ہم آہنگی اور توازن کا ہونا لازمی امر ہے، جو ایک اچھے خاندان کی ارتقائی روایت کا سبب بنتی ہے۔ اس میں زیادہ تر انحصار عورت ہی کا نمایاں نظر آتا ہے۔

نتیجہ:

سیرتُ النّبی ﷺ کی روشنی میں عورت نہ صرف گھر کی زینت ہے بلکہ معاشرے کی تعمیر و ترقی میں ایک فعال کردار ادا کرتی ہے۔ نبی کریم ﷺ کی تعلیمات نے عورت کو وہ مقام عطا کیا جو کسی اور نظام نے نہیں دیا۔ آج کے دور میں بھی اگر ہم ان تعلیمات پر عمل کریں تو ایک متوازن اور صالح معاشرہ تشکیل پا سکتا ہے۔

NEW ZJ
Zaiby
Jewellers CLIFTON
A TRUSTED NAME IN JEWELLERY SINCE 1974
Ultra Glamourous Bangles
DESIGNS THAT EFFORTLESSLY PROVES THAT
STYLE AND LUXURY CAN WORK TOGETHER WITH EASE
03085888455 021 35835455, 35835488
S-11, Yousuf Grand Square, Block 8, Clifton

رحمتِ عالم سراپا عفو و محبت

حجاب سید

نبی کریم ﷺ کی سیرت میں عفوو درگزر کا پہلو سب سے نمایاں ہے۔ جنھوں نے آپ ﷺ کو ایذا دی، آپ ﷺ نے انھیں دعائیں دیں۔ جنھوں نے ظلم کیا، انھیں معاف کر دیا۔ آپ ﷺ کی رحمت، درگزر اور حلم ہی انسانیت کے لیے دائمی پیغام ہے۔ آپ ﷺ کا وجود انسانیت کے لیے رحمتِ کاملہ تھا، جیسا کہ قرآن مجید میں فرمایا گیا:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (الانبیاء:107)

اور (اے نبی ﷺ!) ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

سیرتِ طیبہ کا پیغامِ رحمت:

نبی کریم ﷺ کی سیرتِ طیبہ میں جگہ جگہ ایسے واقعات موجود ہیں جہاں آپ نے عفو، درگزر، حلم اور شفقت کے اعلیٰ ترین نمونے پیش فرمائے۔ آپ ﷺ نے اپنے دشمنوں کو بھی معاف کیا، غلاموں کو عزت دی، یتیموں سے شفقت کی اور کمزوروں کے حقوق کی حفاظت کی۔

فتحِ مکہ۔۔۔ عفو کا بے مثال مظاہرہ:

جب مکہ فتح ہوا تو نبی کریم ﷺ ایک فاتح کی حیثیت سے شہر میں داخل ہوئے۔ وہی شہر جس نے آپ کو پتھر مارے، طعنے دیے، ہجرت پر مجبور کیا، آپ کے پیارے ساتھیوں پر ظلم ڈھائے۔ ان میں آپ کے جانی دشمن، آپ کے شفیق چچا کے قاتل بھی تھے، مگر آج وہی مظلوم پیغمبر فاتح تھا۔

کفارِ قریش، جن کی گردنیں جھکی ہوئی تھیں، یہ سوچ رہے تھے کہ آج ان کے ساتھ کیا سلوک ہوگا۔ رحمتِ عالم ﷺ نے اس کی طرف دیکھا اور خوف انگیز لہجے میں پوچھا: "تم کو کچھ معلوم ہے، میں تم سے کیا معاملہ کرنے والا ہوں" یہ لوگ اگرچہ ظالم تھے، بے رحم تھے، لیکن مزاج شناس تھے۔ پکار اٹھے کہ "تو شریف بھائی ہے اور شریف برادرزادہ ہے" مگر نبی رحمت ﷺ نے فرمایا:

لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ، اِذْهَبُوْا فَاَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ

آج تم پر کوئی گرفت نہیں، جاؤ تم سب آزاد ہو۔

یہ اعلان صرف معافی نہیں تھا، بلکہ انسانیت کی تاریخ میں عدل و رحم کا ایسا باب کھولا جو رہتی دنیا تک باقی رہے گا۔

میرے حضور کے نقشِ قدم جہاں ٹھہرے
زمانے بھر کی ہدایت کے وہ نشان ٹھہرے

جنھیں نصیب ہوئی ان کی محفلِ اقدس
وہ آسمانِ ہدایت کے کہکشاں ٹھہرے

واقعہ طائف:

شوال 10 نبوت (اواخر مئی یا اوائل جون 619ء) میں نبی ﷺ طائف تشریف لے گئے۔ یہ مکے سے تقریباً ساٹھ میل دور ہے۔ آپ ﷺ نے یہ مسافت آتے جاتے پیدل طے فرمائی تھی۔ آپ ﷺ کے ہم راہ آپ کے غلام حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ راستے میں جس قبیلے سے گزر ہوتا اسے اسلام کی دعوت دیتے، لیکن کسی نے بھی دعوت قبول نہ کی۔ جب طائف پہنچے تو قبیلہ بنو ثقیف کے تین سرداروں کے پاس تشریف لے گئے جو آپس میں بھائی تھے اور جن کے نام یہ تھے: "عبدیالیل، مسعود اور حبیب" ان تینوں کے والد کا نام عمرو بن عمیر ثقفی تھا۔ آپ ﷺ نے ان کے پاس بیٹھنے کے بعد انھیں اللہ کی اطاعت اور اسلام کی آمد کی دعوت دی تو جواب میں ایک نے کہا کہ "وہ کعبے کا پردہ پھاڑے اگر اللہ نے تمھیں رسول بنایا ہو۔" دوسرے نے کہا: "کیا اللہ کو تمھارے علاوہ کوئی اور نہ ملا؟" تیسرے نے کہا: "میں تم سے ہرگز بات نہ کروں گا۔ اگر تم واقعی پیغمبر ہو تو تمھاری بات رد کرنا میرے لیے انتہائی خطرناک ہے اور اگر تم نے اللہ پر جھوٹ گھڑ رکھا ہے تو پھر مجھے تم سے بات کرنی ہی نہیں چاہیے" یہ جواب سن کر آپ ﷺ وہاں سے اُٹھ کھڑے ہوئے اور صرف اتنا فرمایا: "تم لوگوں نے جو کچھ کیا، بہرحال اسے پس پردہ ہی رکھنا"

رسول اللہ ﷺ نے طائف میں دس دن قیام فرمایا۔

اس دوران آپ ﷺ ان کے ایک ایک سردار کے پاس تشریف لے گئے اور ہر ایک سے گفتگو کی، لیکن سب کا ایک ہی جواب تھا کہ تم ہمارے شہر سے نکل جاؤ، بلکہ انھوں نے اپنے اوباشوں کو شہ دے دی، چناں چہ آپ ﷺ نے واپسی کا قصد فرمایا تو یہ اوباش گالیاں دیتے، تالیاں پیٹتے اور شور مچاتے آپ ﷺ کے پیچھے لگ گئے اور دیکھتے دیکھتے اتنی بھیڑ ہو گئی کہ آپ ﷺ کے دونوں جانب قطار لگ گئی، پھر گالیوں اور بدزبانیوں کے ساتھ پتھر بھی چلنے لگے، جس میں آپ ﷺ کی ایڑی پر اتنے زخم آئے کہ نعلینِ مبارک خون میں تربتر ہو گئے۔ ادھر زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ ڈھال بن کر چلتے ہوئے پتھروں کو روک رہے تھے، جس سے ان کے سر میں کئی جگہ چوٹ آئی۔ بدمعاشوں کا یہ سلسلہ برابر جاری رہا، یہاں تک کہ آپ ﷺ کو عتبہ اور شیبہ نے ابنائے ربیعہ کے ایک باغ میں پناہ لینے پر مجبور کر دیا۔ یہ باغ طائف سے تین میل کے فاصلے پر واقع تھا۔ آپ ﷺ نے یہاں پناہ لی تو بھیڑ واپس چلی گئی۔ قدرے ٹھہر کر آپ ﷺ باغ سے نکلے تو مکہ کی راہ پر چل پڑے۔ غم والم کی شدّت سے طبیعت نڈھال اور دل پاش پاش تھا تو اس وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور فرمایا کہ "اگر آپ چاہیں تو میں انھیں ان دو پہاڑوں کے درمیان کچل دوں تو ایسا ہی ہوگا۔"

نبی ﷺ نے فرمایا: "(نہیں) بلکہ مجھے اُمید ہے کہ اللہ عزوجل ان کی پشت سے ایسی نسل پیدا کرے گا جو صرف ایک اللہ کی عبادت کرے گی اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائے گی۔"

آپ ﷺ کے اس جواب میں یگانۂ روزگار شخصیت اور ناقابلِ ادراک گہرائی رکھنے والے اخلاقِ عظیمہ کے جلوے دیکھے جا سکتے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حیاتِ مبارکہ سے جُڑے

جغرافیائی مقامات

اُمِ محمد عبداللہ

نبی کریم ﷺ کی زندگی کا ہر پہلو رُشد و ہدایت کا منبع ہے اور آپ ﷺ کی سیرتِ طیبہ سے جُڑے جغرافیائی مقامات نہ صرف ایمان افروز تاریخ کے امین ہیں بلکہ آج بھی مسلمانانِ عالم کے لیے معرفت، تربیت اور بصیرت کا خزانہ ہیں۔ ذیل میں ان مقامات کی تاریخی و جغرافیائی حیثیت اور ان کی موجودہ حالت پر ایک اجمالی نظر پیش کی جارہی ہے۔

مکہ مکرمہ، وہ شہر ہے جہاں نبی کریم ﷺ کی ولادت ہوئی۔ یہ بحیرۂ احمر کے مشرق میں واقع ہے اور جزیرہ نما عرب کے قلب کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہیں خانہ کعبہ ہے، جسے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے تعمیر کیا۔ بچپن سے ہی نبی کریم ﷺ اس شہر میں سچائی اور امانت کے معروف تھے۔ آج مکہ نہ صرف حج کا مرکز ہے بلکہ دنیا کا سب سے مقدّس مقام تسلیم کیا جاتا ہے، جہاں ہر سال لاکھوں مسلمان حاضری دیتے ہیں۔

جبل النور اور اس پر واقع غارِ حرا مکہ کے شمال مشرق میں واقع ہیں۔ یہی وہ مقام ہے جہاں نبی کریم ﷺ کو نبوت سے پہلے خلوت میں عبادت کا شوق تھا اور یہی وہ غار ہے، جہاں آپ ﷺ پر پہلی وحی نازل ہوئی۔ آج بھی زائرین اس پہاڑ پر چڑھ کر اس مقام کی زیارت کرتے ہیں، جس نے وحیِ الٰہی کی پہلی کرن کو سمیٹا۔

نوجوانی میں نبی کریم ﷺ نے اپنے چچا کے ساتھ تجارتی سفر کے لیے شام کی جانب رختِ سفر باندھا۔ قافلے بُصریٰ (جو موجودہ شام اور اُردن کی سرحد کے قریب واقع ہے) تک جاتے۔ یہاں راہب بحیرا نے آپ ﷺ میں نبوت کی علامات دیکھیں۔ بُصریٰ آج ایک تاریخی شہر ہے، جو یونیسکو کے عالمی ورثے میں شامل ہے، اگرچہ موجودہ خانہ جنگی نے اسے خاصا متاثر کیا ہے۔

طائف، جو مکہ سے جنوب مشرق میں واقع ایک سرسبز پہاڑی شہر ہے، نبی کریم ﷺ نے دعوتِ اسلام کے لیے اس کا سفر کیا۔ وہاں کے لوگوں نے نہ صرف انکار کیا بلکہ آپ ﷺ کو زخمی بھی کیا، مگر آپ ﷺ نے صبر، بردباری اور عفو کا مظاہرہ کیا۔ آج کا طائف جدید سعودی عرب کا ایک خوب صورت سیاحتی مقام ہے، جو انگور اور انار کی پیداوار کے لیے مشہور ہے۔

ہجرت کے وقت نبی کریم ﷺ نے تین دن غارِ ثور میں قیام فرمایا۔ یہ غار مکہ کے جنوب میں ایک بلند پہاڑ پر واقع ہے، جہاں اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمتِ خاص سے آپ ﷺ اور یارِ غار حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی دشمنانِ حق سے حفاظت فرمائی۔ ہزاروں زائرین اس غار کی زیارت کرتے ہیں، اگرچہ چڑھائی کافی دشوار ہے۔

مدینہ منوّرہ وہ بابرکت مقام ہے، جہاں نبی کریم ﷺ نے ہجرت فرما کر پہلی اسلامی ریاست کی بنیاد رکھی۔ یہ شہر مکہ سے تقریباً 450 کلومیٹر شمال میں واقع ہے۔ یہاں مسجد نبوی کی بنیاد رکھی گئی، جہاں آج بھی روضۂ رسول ﷺ مسلمانوں کے ایمان کی علامت ہے۔ مدینہ میں مہاجرین اور انصار کے مابین اخوت کا عظیم مظاہرہ ہوا، جس نے اسلام کی بنیادوں کو مضبوط کیا۔

مدینہ کے نواح میں واقع قباء وہ مقام ہے، جہاں نبی کریم ﷺ نے مدینہ میں داخلے سے قبل قیام فرمایا اور مسجد قبا کی بنیاد رکھی۔ یہ اسلام کی سب سے پہلی مسجد ہے اور اس میں دو رکعت نماز کا اجر عمرہ کے برابر ہے۔

غزواتِ نبویہ سے جُڑے مقامات بھی جغرافیائی اور روحانی لحاظ سے بے حد اہم ہیں۔

بدر، مدینہ سے جنوب مغرب میں واقع ہے، جہاں 2 ہجری میں نبی کریم ﷺ کی قیادت میں حق و باطل کا پہلا معرکہ پیش آیا۔ مسلمانوں کی عددی قلّت کے باوجود اللہ کی مدد سے فتح نصیب ہوئی۔ آج یہاں شہدائے بدر کے مقابر موجود ہیں۔

اُحد، مدینہ کے شمال میں واقع پہاڑ ہے، جہاں 3 ہجری میں ایک عظیم معرکہ ہوا۔ مسلمانوں کو وقتی طور پر نقصان ہوا، مگر ایمان، وفا اور قربانی کی لازوال مثالیں قائم ہوئیں۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ سمیت کئی صحابہ شہید ہوئے۔ آج بھی زائرین یہاں شہدائے اُحد کی زیارت کرتے ہیں۔

اسی طرح خندق (احزاب) کا مقام مدینہ کے شمال مغرب میں واقع ہے، جہاں نبی کریم ﷺ نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے مشورے پر خندق کھدوائی اور کفارِ مکہ کے مشترکہ حملے کو بغیر جنگ کے روکا۔ اس علاقے کو آج "سبع مساجد" کہا جاتا ہے اور چند تاریخی مساجد اب بھی باقی ہیں۔

آخر میں فتحِ مکہ، نبی کریم ﷺ کی زندگی کا ایک عظیم واقعہ ہے۔ 8 ہجری میں مکہ کو بغیر خون بہائے فتح کیا گیا اور دشمنوں کو عام معافی دی گئی۔ خانہ کعبہ کے دروازے پر اعلانِ رحمت ہوا جو تاریخ میں پہلی بار اقتدار کے ساتھ درگزر کا ایسا نمونہ دیکھنے میں آیا۔

ان تمام مقامات کا مطالعہ ہمیں نہ صرف نبی کریم ﷺ کی زندگی کے زمینی حقائق سے جوڑتا ہے، بلکہ ہمیں یہ سکھاتا ہے کہ دینِ اسلام کوئی نظریاتی یا خیالی دعوت نہیں بلکہ حقیقت، زمین، قربانی اور سفر سے جُڑا ہوا دین ہے۔ ان مقامات کو نقشوں، تصاویر اور ماڈلز کے ساتھ نئی نسل کے سامنے پیش کرنا ہماری ذمہ داری ہے۔

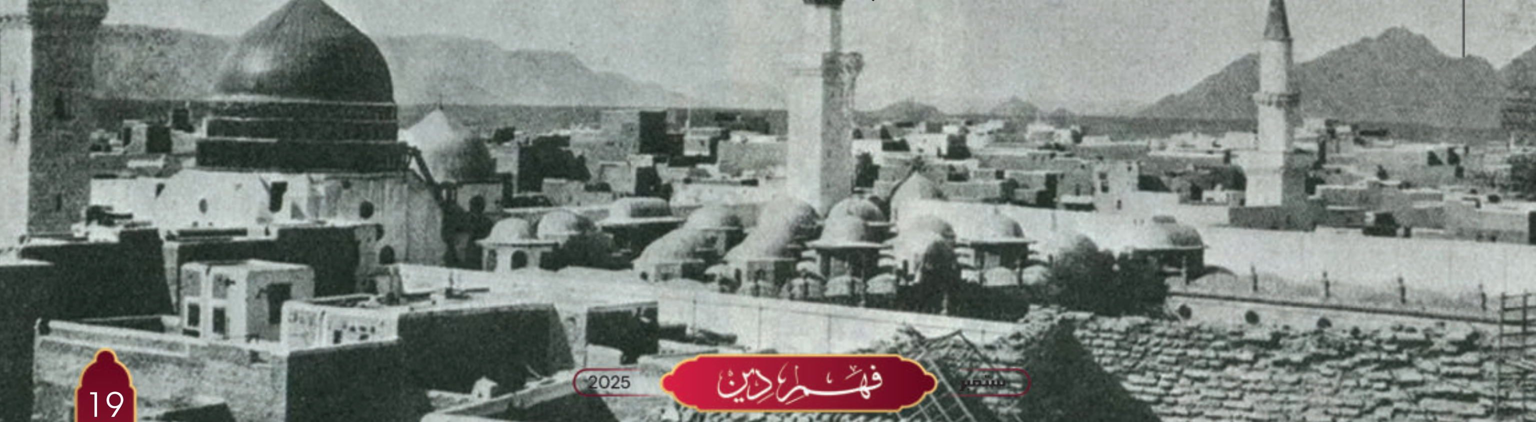

نعمتِ عظمیٰ

ام رومان بنتِ عبدالماجد

ارشادِ خداوندی ہے: وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا
اللہ تعالیٰ کی نعمتیں اس درجہ ہیں کہ ان کا شمار کرنا ناممکن (محال) ہے۔

اگر کائنات کے پہلے انسان سے آخر انسان تک اس جستجو میں لگ جائے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو گن لے، شمار کرلے تو انسانوں کے سلسلے ختم ہو جائیں گے، جنات بھی عاجز آجائیں گے، بحر ونہر خشک ہو جائیں گی، مگر پھر بھی اللہ تعالیٰ کی نعمتیں باقی رہ جائیں گی۔

حق تعالیٰ شانہٗ کی ان بے شمار نعمتوں میں سب سے بڑی نعمت سرورِ کائنات، فخرِ موجودات، آقائے نامدار حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کی ذاتِ مقدّسہ منوّرہ ہے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے بطورِ نعمتِ عظمیٰ دنیا میں مبعوث فرمایا۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ ربّ لم یزل نے اپنی کسی نعمت پر احسان نہیں جتلایا، لیکن قربان جاؤں میرے آقا کی عظمت پر کہ جن کی بعثت پر ربّ کائنات نے احسان جتلاتے ہوئے فرمایا:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا

البتہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے مومنین پر بہت بڑا احسان کیا، جب اپنے محبوب پیغمبر ﷺ کو تمہاری طرف رسول بنا کر بھیج دیا۔

مزید فرمایا: آپ یہ اعلان کر دیجیے:

قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا

اے لوگو! میں تم سب کی طرف سے اللہ کا رسول ہوں۔

خدا کی شان ہے کہ سرورِ دوعالم ﷺ کی ولادتِ مبارکہ سے قبل ہی اللہ تعالیٰ نے آپ کے والد حضرت عبداللہ کا سایہ سر سے اٹھالیا اور آپ کو یتیم پیدا کیا، تاکہ دنیا کو معلوم ہو جائے کہ میرا یتیم کسی دنیاوی سہارے کا محتاج نہیں ہے، بلکہ بچپن سے ہی ان کی تربیت وہ ذاتِ باری کرے گی، جس نے ان کے سر پر ختمِ نبوت کا تاج سجانا ہے۔

کسی نے کیا خوب کہا۔۔۔

پیدا ہوئے تو باپ کا سایہ اٹھا — گھٹنوں چلے تو دادا عدم کو روانہ تھا
سائے پسند آئے نہ پروردگار کو — بے سایہ کر دیا اس سایہ دار کو

میرے محبوب پیغمبر، ساقیٔ کوثر، شافعِ محشر ﷺ کی بعثت سے عالمِ انسان کو جینے کا شعور ملا، تعلیمات کا نور ملا، ہدایت کا دستور ملا، عدل و انصاف کا منشور ملا، عورتوں کو حقوق ملے اور بچیوں کو مشفق انصار ملے۔

سرکارِ کائنات ﷺ نے فرمایا:

اِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا میں معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں تاکہ تمہیں تعلیم دوں۔

ایک اور جگہ فرمایا:

اِنَّمَا بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْاَخْلَاقِ

میں اس لیے بھیجا گیا ہوں، تاکہ پاکیزہ اخلاق کو مکمل بنا کر پیش کروں اور دنیا کو خلیق بنا دوں۔

چناں چہ حضور ﷺ کی اس تعلیمی اور تربیتی فکر نے ایک انقلاب برپا کر دیا۔ ایسا انقلاب جس کی مثال لانے سے دنیا قاصر ہے، جس انقلاب نے شہر بدل دیے، گاؤں بدل دیے، ظاہر بدل ڈالے، باطن بدل ڈالے حتیٰ کہ انسان بدل ڈالے۔

ایک دفعہ جب اماں عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا گیا کہ آپ ﷺ کے اخلاق اور سیرت کیا تھی؟

تو فرمایا: كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْاٰنَ آپ کا اخلاق قرآن ہی ہے۔

اگر حضور ﷺ کی سیرت دیکھنی ہے تو اوّل سے آخر تک قرآن پڑھتے جاؤ اور میرے محبوب ﷺ کی سیرت کا مطالعہ کرتے جاؤ۔

قرآن میں جب حضور ﷺ کے روئے انور کا ذکر آیا تو قرآن نے قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ کہا۔

جب حضور کے رُخسار کا ذکر آیا تو قرآن نے وَالضُّحٰى کہا۔

جب حضور کے دندان کا ذکر آیا تو قرآن نے یٰسین کہا۔

جب حضور کی رحمت کا ذکر آیا تو قرآن نے وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ کہا۔

جب حضور کے اسوۂ حسنہ کا ذکر آیا تو قرآن نے لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ کہا۔

میرے مدنی آقا ﷺ کی حیاتِ طیبہ کا آغاز بھی عجیب ہے اور اختتام بھی۔۔۔

سیرتِ مصطفیٰ ﷺ کا آغاز عالمِ ارواح سے ہوتا ہے اور سیرتِ مصطفیٰ ﷺ کا اختتام عالمِ حشر و نشر پر ہوگا۔

آپ ﷺ یتیم ایسے ہیں کہ نہ باپ نہ دادا پورے مکہ میں لاوارث نظر آتے ہیں اور وارث ایسے ہیں کہ ساری امت کے لاوارثوں کے وارث ہی محمد ﷺ ہیں۔

وہ آئے جن کے آنے کی زمانے کو ضرورت تھی
وہ آئے جن کے لیے بے چین فطرت تھی
وہ آئے نغمۂ داؤد میں جن کا ترانہ تھا
وہ آئے گریہ یعقوب میں جن کا فسانہ تھا
وہ آئے جن کی خاطر مضطرب تھی وادیٔ بطحا
وہ آئے جن کے قدموں کے لیے کعبہ ترستا تھا
وہ آئے جن کو حق نے گود کی خلوت میں پالا تھا
وہ آئے جن کے دَم سے عرشِ اعظم پر اُجالا تھا

اللہ تعالیٰ ہمیں آنحضرت ﷺ کے اسوۂ حسنہ پر گامزن کردے اور ایسی اتّباع کرنے کی توفیق عطا فرمائے، جیسے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اتّباع کرکے دِکھائی۔ آمین!

بیت السلام لیبارٹری اینڈ ڈائیگناسٹک سینٹر

BAITUSSALAM

اپنی نوعیت کی منفرد اور معیاری لیبارٹری

- او پی ڈی
- ایکسرے
- الٹرا ساؤنڈ

اور تمام اقسام کے تشخیصی ٹیسٹ دستیاب ہیں

- ہیماٹولوجی
- کیمیکل پیتھالوجی
- مائکروبایولوجی
- مالیکیولر پیتھالوجی / پی سی آر
- امیونولوجی اور سیرولوجی

مناسب قیمتوں میں

مستحقین زکوۃ کیلئے مفت ٹیسٹ کی سہولت

خدمت، عزت اور احترام کے ساتھ

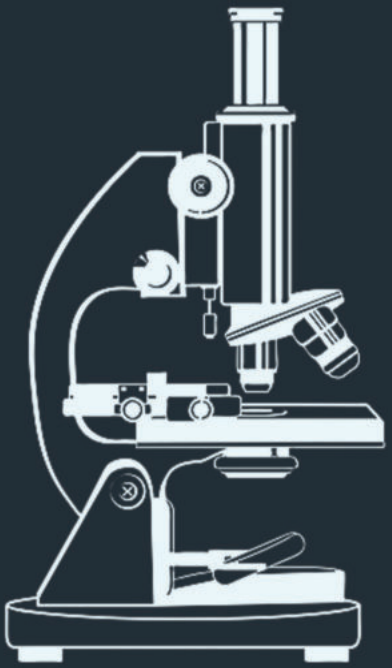

برائے رابطہ

+92 21 35392634

+92 334 2982988

lab@baitussalam.org

شوروم نمبر 01، گراونڈ فلور، رائل ٹاورز
مین کورنگی روڈ، نزد قیوم آباد چورنگی
PSO پمپ سے متصل کراچی۔

آزمائش

اُمِّ محمد سلمان

"کیا سوچ رہی ہو گل رعنا! کوئی مسئلہ درپیش ہے؟" حوریہ آپی نے چھوٹی بہن کو سوچوں میں غرق دیکھ کر پوچھا۔

"کچھ نہیں آپی! بس یوں ہی۔" وہ اداس سے لہجے میں کہہ کر خاموش ہو گئی۔

"ارے کچھ تو ہے۔۔۔ بتاؤنا!! اپنی بہن سے بھی چھپاؤ گی کیا!" انھوں نے اصرار کیا۔

"نہیں آپی! چھپانے کی کیا بات! بس آج کل دل نہیں لگتا کہیں۔ گرمی بہت ہے نا۔۔۔ شاید اس لیے! کتنے لمبے لمبے دن ہو گئے ہیں کاٹے نہیں کٹتے۔ عجیب ہی حالت ہے۔ کچھ پڑھنے لکھنے کو دل چاہتا ہے نہ کسی اور کام کو۔ بس دل چاہتا ہے زندگی ہر بوجھ سے آزاد ہو، خوش گوار ہو، ہنستی کھلکھلاتی ہو، بچپن کی سی بے فکری ہو، دل میں امنگیں ہوں اور ان اُمنگوں کے پورا ہونے کا انتظار ہو۔۔۔" وہ ایک ہی سانس میں بولتی چلی گئی۔ حوریہ نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"لیکن کچھ بھی تو نہیں ہے آپی۔ وہی اجاڑ سی لمبی دوپہریں اور زرد اُداس شامیں۔۔۔ وہی روز مرہ کی مصروفیات۔۔۔ وہی گھربار کی ذمے داریاں۔۔۔ اُکتا سی گئی ہوں۔ دل چاہتا ہے سارے تفکرات ایک طرف کر کے کسی سرسبز مقام پر چلی جاؤں، جہاں ہرے بھرے درخت ہوں، خوش بودار پھول ہوں، مہکی مہکی سرد ہوائیں ہوں، بلند و بالا پربتوں سے ٹھنڈے میٹھے پانی کے چشمے بہتے ہوں۔۔۔ اور۔۔۔ اور میں کسی بڑے پتھر سے ٹیک لگائے چشمے کے پانی میں پاؤں ڈال کر بیٹھ جاؤں۔ اس حسین منظر کا حصہ بن جاؤں! چڑیوں کا شور سنوں، پرندوں کو نیلے آسمان پر ایک قطار میں اڑتا دیکھوں، سرسبز گھاس پر ہرنی کے بچوں کو اُچھل کود کرتے دیکھوں اور پھر شام ڈھلنے لگے، سورج مغرب کی طرف سرکنے لگے، خوب صورت نارنجی اور بنفشی رنگ آسمان کے کناروں پر پھیل جائیں اور میں لمحہ لمحہ کسی پہاڑ کے عقب میں سورج کو اترتا دیکھوں۔۔۔!

پھر ایک حسین شام ہو، آسمان کی نیلاہٹ سیاہی میں بدلنے لگے، اکا دکا تارے چمکنا شروع ہوں اور دیکھتے ہی دیکھتے سارا آسمان ستاروں کی جگمگاہٹ سے بھر جائے۔۔۔ پھر بڑھتے چاند کی روشنی ستاروں کی چمک کو مدھم کر دے اور فلک پر آب و تاب سے چمکتا چاند جھیل کے پانی میں اتر آئے۔۔۔!

کتنا حسین منظر ہو کہ ایک چاند آسمان پر اور ایک زمین پر ہو، جھیل کے پانیوں کے ساتھ چاند کا عکس بھی بہتا ہو۔ فضاؤں میں پھولوں کی بو باس ہو اور میرا دل موتیا و گلاب کی پنکھڑیوں کی طرح ہلکا پھلکا ہو اور ہر فکر ہر جھنجھٹ سے آزاد ہوا کے دوش پر جگنوؤں کے ساتھ ساتھ جگمگ جگمگ کرتا اڑتا پھرتا ہو۔۔۔ گل رعنا یہ سب کہتے کہتے کہیں دور تصورات کی وادیوں میں کھو گئی۔

حوریہ آپی کچھ دیر اسے مسکرا کر دیکھتی رہیں، پھر بہت نرمی سے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

"گل رعنا۔۔۔!!!" آپی نے پکارا۔

ہمم۔۔۔!! اس نے آنکھیں کھولیں۔

"اچھی خاصی سیر کر لی شمالی علاقہ جات کی! گلگت، کاغان، ناران۔۔۔ تم تو ہر جگہ گھوم آئیں۔ ساتھ مجھے بھی گھمایا۔" وہ کھل کر مسکرائیں تو گل رعنا بھی ہنس پڑی۔

"آپی!! ایک بات تو بتائیے۔۔۔ زندگی اتنی مشکل کیوں ہوتی جا رہی ہے؟ ہر وقت کوئی نہ کوئی مسئلہ، دکھ، بیماری، پریشانی کوئی نہ کوئی اُلجھن ساتھ رہتی ہے۔ وہ بے فکری والی زندگی کہاں چلی گئی؟"

"ارے میری پیاری بہنا! یہ دنیا ہے، یہاں ہر کوئی تفکرات میں گھرا ہوا ہے۔ زندگی اسی کا نام ہے۔ زندگی ایک امتحان ہے اور ہمارا کام ہے صبر شکر سے اس امتحان میں بیٹھے رہنا اور بساط بھر پرچہ حل کرتے رہنا۔ زندگی میں دکھ سکھ تو آتے ہی ہیں۔ مومن ہمیشہ آزمائشوں میں رہتا ہے۔ انسان کو چاہیے ہر حال کو اللہ کی طرف سے سمجھے اور اس پر راضی رہے اور یہ سمجھے کہ اسی میں میری بھلائی ہے، مالک کی مرضی ہے، چاہے جس حال میں رکھے۔

اور پتا ہے گل رعنا۔۔۔ حدیث میں آتا ہے کہ؛

ابو سعید اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مسلمان کو جو بھی تھکان، مرض، پریشانی، صدمہ، تکلیف یا غم پہنچتا ہے حتیٰ کہ اگر کوئی کانٹا بھی چبھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں اس کے گناہ معاف فرما دیتا ہے۔"

اب سوچو ذرا! ہم سے چھوٹے چھوٹے کتنے گناہ ہو جاتے ہیں، اگر وہ سب جمع ہوتے رہیں تو آخرت میں کتنے نقصان کا سبب بنیں گے۔ یہ تو ربّ کی مہربانی ہے، وہ ہمارے گناہوں کا بوجھ کم کرتا رہتا ہے۔ بعض اوقات تو بالکل ہی ختم کر دیتا ہے اور مومن بندہ موت کے وقت ہر مطالبے سے بری ہوتا ہے۔"

"جی آپی!! آپ بالکل ٹھیک کہہ رہی ہیں۔ میں ہی یہ سب کچھ بھول جاتی ہوں۔" گل رعنا نے ایک گہری سانس لی۔

حوریہ آپی بات جاری رکھتے ہوئے بولیں: "مومن کے لیے یہ دنیا قید خانہ ہے میری بہن! عیش و عشرت اور من پسند زندگی گزارنے کی جگہ تو جنّت ہے۔ بس ہمیں اپنے حسنِ انجام کے لیے یہ دعا مانگتے رہنا چاہیے:

اَللّٰهُمَّ أَحْسِنْ عَاقِبَتَنَا فِي الْأُمُوْرِ كُلِّهَا وَأَجِرْنَا مِنْ خِزْيِ الدُّنْيَا وَعَذَابِ الْآخِرَةِ

"اے اللہ! ہر کام میں ہمارا انجام بخیر فرما اور ہمیں دنیا کی رسوائی اور آخرت کے عذاب سے محفوظ فرما۔" آمین یارب العالمین!

گل رعنا نے بھی صدقِ دل سے آمین کہا اور ایک بڑے بوجھ سے آزاد ہو گئی۔

ختمِ نبوت والے

سیدہ ناجیہ شعیب احمد

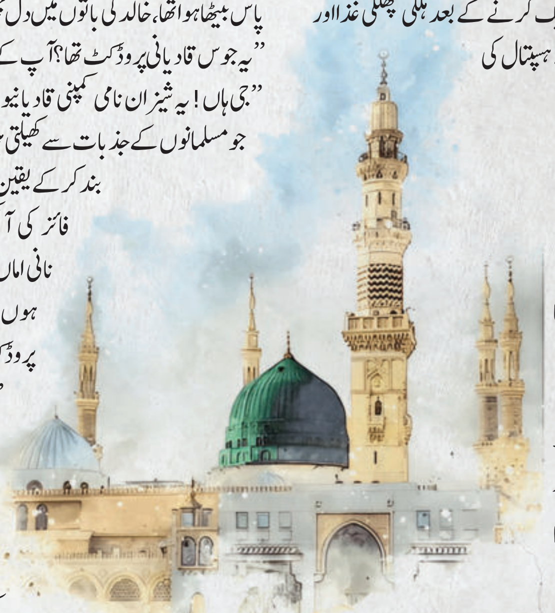

تہمینہ بی بی کو دل کا دورہ پڑا تھا۔ گھر والے رات کو ہسپتال لے کر دوڑے۔ فوری طبّی امداد دی گئیں، جس سے ان کی طبیعت سنبھل گئی۔ انھیں وارڈ میں منتقل کر دیا گیا۔ مریض کے ساتھ دیکھ بھال کے لیے صرف ایک ہی فرد کو رکنے کی اجازت تھی، لہٰذا ابا کو گھر بھیج کر خالد وہیں رُک گیا۔ صبح وارڈ میں ہسپتال انتظامیہ کی جانب سے مریضوں کے لیے ناشتا آیا۔ ابلے انڈے، ڈبل روٹی کے دو سلائس جام اور مکھن جو چھوٹی سی پیکنگ میں تھے۔ خالد نے جام اور مکھن اٹھایا اور ناشتا تقسیم کرنے والے کی طرف چلا آیا اور ان سے کہا: ”یہ واپس لے لیں اور برائے مہربانی اسے کسی مریض کو نہیں دیجیے گا۔“ ہسپتال کے عملے نے خالد کو اچنبھے سے دیکھتے ہوئے واپس رکھ لیا۔

تہمینہ بی بی کو ہوش آ گیا تھا۔ راؤنڈ پر آئی ڈاکٹر نے انھیں چیک کرنے کے بعد ہلکی پھلکی غذا اور پھلوں کا رس (جُوس) پینے کی ہدایت دی۔ خالد پرچی لیے ہسپتال کی کینٹین چلا آیا۔

”جوس دے دیجیے۔“

”کون سا ذائقہ!“

”کھٹا نہ ہو۔“

”آم کا دے دوں بھائی؟“

”دے دیں۔“ ”مگر یہ کیا۔ جوس کا ڈبا دیکھتے ہی خالد کے منہ کا زاویہ بگڑ گیا۔

”اس کے علاوہ کسی اور کمپنی کا نہیں ہے؟“

”نہیں، سارے اسی کمپنی کے ہیں۔ اچھا ذائقہ ہوتا ہے۔ ہمارے گھر میں تو سب شوق سے یہی پیتے ہیں۔“ دکان دار نوجوان لڑکا تھا اور تھوڑا باتونی بھی۔ اس نے سوچوں میں گم خالد کو دو مرتبہ پکارا۔

”بولو بھائی! پیک کر دوں؟“

”نن نہیں۔“

”بھائی! کوئی مسئلہ پریشانی ہے؟“ نوجوان لڑکے نے خالد کو اچنبھے سے دیکھا جو چہرے مہرے سے خاصا معقول معلوم ہوتا تھا اور پہناوے سے بھی کھاتے پیتے گھرانے کا لگ رہا تھا، مگر مسلسل اپنی ہتھیلیوں کو بے چینی سے مسل رہا تھا۔ سر سراتی آواز میں بولا: ”بھائی! آپ مسلمان ہیں؟“

”الحمد للہ! ہم جدی پشتی مسلمان ہیں۔ میرے دادا امامِ مسجد تھے۔“ نوجوان دکان دار نے جواب دیا۔ اس پر حیرت سوار تھی کہ جوس لینے والا آخر خریدار آخر اتنے سوالات کیوں کر رہا ہے؟

”میرے بھولے مسلمان بھائی! کیا آپ نہیں جانتے کہ یہ قادیانی مصنوعات ہے اور بحیثیتِ مسلمان ہمیں اس کا سختی سے بائیکاٹ کرنا چاہیے۔“ خالد دل گرفتگی سے کہہ رہا تھا اور دکان دار لڑکا پورے انہماک کے ساتھ خالد کی بات سن رہا تھا کہ اچانک دکان کا مالک آ گیا، جو نہایت خرّانٹ اور سخت مزاج آدمی تھا۔ آتے ہی خالد پر برس پڑا اور ترش لہجے میں بولا: ”او بھائی! جاؤ کوئی اور کام نہیں ہے کیا؟ یہ درس و تبلیغ کہیں اور جا کر کرو۔ ہم یہاں کام کرتے ہیں۔“ خالد صبر کے گھونٹ پی کر رہ گیا۔ یہ صرف ایک دکان، ہسپتال، کا مسئلہ نہیں تھا۔ افسوس یہاں تو آوے کا آوا ہی بگڑا ہوا ہے۔

”یا اللہ! کیا کروں، کیسے کروں؟“ خالد واپس تہمینہ بی بی کے پاس لوٹا تو اس کا چہرہ گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ ماں کے سرہانے وہی جوس کا ڈبا دیکھتے ہی اس کا خون کھول اُٹھا۔ تیزی سے آگے بڑھا اور جوس اٹھا لیا۔ الٹ پلٹ کر دیکھنے کے بعد کچرے دان کی جانب اچھال دیا اور چپ چاپ کرسی پر بیٹھ گیا۔

”کیا ہوا خالد بیٹا؟“ تہمینہ بی بی نے مدہم آواز میں پوچھا۔

”یہ جوس کون لایا؟“ خالد نے تڑپ کر پوچھا تو تہمینہ بی بی بولیں: ”مجھے سخت پیاس لگی تھی تو یہی کسی نے میرے ہاتھ میں پکڑا دیا، مگر دیکھو تو ذرا میں چاہ کر بھی پی نہیں پائی۔ مجھے پانی چاہیے تھا۔“

”یا الٰہی خیر ہو، میرا دل سخت پریشان ہے اماں! ہم جانے انجانے میں ایسے لوگوں کی مصنوعات استعمال کر رہے ہیں جو ہمارے نبی ﷺ کی ختمِ نبوت کا انکار کرنے والوں کے پیروکار ہیں اور ہم۔۔۔ ہم بے خبری میں ان کی جیبیں بھر رہے ہیں!“ تہمینہ بی بی نے آہ بھرتے ہوئے آنکھیں موند لیں اور تسبیح پھیرتے ہوئے کہنے لگیں: ”بیٹا! اگر دل میں چبھن ہو تو سمجھو ضمیر زندہ ہے۔ اللہ ربُّ العزّت ہم سب کو ہدایت کاملہ سے سرفراز فرمائے۔“ وارڈ میں تہمینہ بی بی کے برابر ایک اور مریضہ داخل تھیں، جن کے ساتھ ان کا پوتا فائز نامی لڑکا، جو برابر والے بیڈ کے پاس بیٹھا ہوا تھا، خالد کی باتوں میں دل چسپی لینے لگا۔

”یہ جوس قادیانی پروڈکٹ تھا؟ آپ کے پاس اس کا ثبوت ہے؟“

”جی ہاں! یہ شیزان نامی کمپنی قادیانیوں کی ملکیت ہے اور نہ صرف یہ، بلکہ کئی ایسی کمپنیاں ہیں جو مسلمانوں کے جذبات سے کھیلتی ہیں اور ہم صرف ذائقے، پیکنگ یا اشتہار دیکھ کر ان پر آنکھ بند کر کے یقین کر لیتے ہیں۔“

فائز کی آنکھوں سے پریشانی صاف جھلکنے لگی۔ ”بھیّا! میری نانی اماں کینسر کی مریضہ ہیں، میں روزانہ انھیں یہی جوس دیتا ہوں۔ میں تو سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ یہ مسلمان دشمنوں کی پروڈکٹ ہے۔“

”ہاں بھئی! اکثر لوگ نہیں جانتے، اسی لیے شعور اُجاگر کرنا ضروری ہے۔ یہ صرف مذہبی مسئلہ نہیں، یہ دینی عقیدے کی غیرت کا معاملہ ہے۔“ دو دن بعد تہمینہ بی بی کی طبیعت بہتر ہو گئی اور ہسپتال سے ڈسچارج کر دیا گیا۔ گھر واپسی سے قبل خالد نے ہسپتال کے شکایات رجسٹر میں باقاعدہ طور پر لکھ کر اپنا اعتراض درج کروایا، ساتھ ہی قادیانی پروڈکٹس کی ایک فہرست بھی لگا دی۔

اس کے بعد خالد نے ایک قدم اور آگے بڑھایا۔ اس نے مقامی مسجد کے امام صاحب کے ساتھ مل کر علاقے میں قادیانیت کے خلاف شعور بیداری مہم کا آغاز کر دیا۔ ایک چھوٹی سی ٹیم بنائی، جن میں فائز، اس کے بھائی اعیان اور کچھ دوستوں کو شامل کیا۔ یہ ٹیم ہر جمعے کے دن مختلف مارکیٹوں، سپر اسٹور، دکانوں اور شاپنگ سینٹر وغیرہ میں جا کر دکانداروں کو اس سلسلے میں آگاہی دیتی، پمفلٹ تقسیم کرتی اور بائیکاٹ کی اہمیت بتاتی۔

شروع میں کئی لوگوں نے ان کا مذاق اڑایا، بے دلی سے سنا، مگر آہستہ آہستہ اثر ہونے لگا۔ کافی دکانداروں نے بائیکاٹ کرتے ہوئے قادیانی مصنوعات رکھنا ہی بند کر دیں۔

ایک دن خالد کو تہمینہ بی بی کے چیک اپ کے لیے ہسپتال جانا پڑا۔ پانی لینے کے لیے کینٹین کی جانب چلا آیا تو وہی کینٹین والا لڑکا خالد کو دیکھ کر کھل اُٹھا اور پُرجوش ہو کر بولا: ”بھائی! میں نے کینٹین کے مالک سے بات کی ہے، الحمد للہ وہ مان گئے ہیں۔ اب ہم صرف حلال سرٹیفائیڈ کمپنیوں کی چیزیں رکھیں گے۔“ خالد کی آنکھوں میں چمک سی آ گئی۔

”جزاک اللہ! یہی شعور ہماری طاقت ہے۔“

خالد محبت سے معمور لہجے میں بولا: ”ختمِ نبوت ہمارا ایمان، قادیانی مصنوعات کا بائیکاٹ ہمارا عزم ہے!“

کینٹین والا لڑکا جذبۂ سرشاری سے بولا: ”بھائی! ہم بھی اس مشن میں آپ کے ساتھ اپنی زندگی کے آخری لمحے تک شامل رہیں گے، ان شاء اللہ تعالیٰ۔۔۔!“ خالد یہ سن کے مسکرا دیا۔

ضمیر جاگ جائے تو انقلاب آ ہی جاتا ہے، ایک چھوٹا سا قدم ہی بہت بڑی تبدیلی لے آتا ہے۔

اسلام میں عورت کا مقام

روبینہ عبدالقدیر

جب میں تاریخ کے اوراق میں جھانکتی ہوں تو مجھے ایک منظر دکھائی دیتا ہے۔ یہ منظر مجھے آگ کے شعلے دکھلا رہا ہے۔

جھلسا دینے والی گرم تپتی دھوپ میں گویا سورج آگ برسا رہا ہو، عرب کے ریگستان میں اس گرمی کی شدّت دُگنی محسوس ہو رہی تھی۔ اس ریگستانی علاقے کے ایک چھوٹے سے خیمے میں سوکھے حلق اور خشک لبوں کے ساتھ زندگی و موت کی کشمکش میں مبتلا درد زہ سے بلبلاتی ایک بے چین عورت یک دَم پُر سکون ہو جاتی ہے۔ اس کے بطن سے ایک نومولود جنم لیتا ہے، جس کے رونے کی آواز سن کر خیمے میں موجود دائی کے ہاتھ کپکپا جاتے ہیں۔ کانپتے ہاتھوں سے اس معصوم کو نیم گرم پانی سے نہلاتے ہوئے وہ خوف زدہ ہرن نگاہوں سے درد زہ سے ادھ موئی عورت کی جانب دیکھتی ہے، جس کی امید و بیم بھری آنکھیں دائی کے نفی میں ہلتے سر کو دیکھ کر تاریک ہو جاتی ہیں۔

خیمے کے باہر چکر کاٹتا مرد خاموشی سے سمجھ جاتا ہے کہ پیدا ہونے والا مرنے کے لیے پیدا ہوا۔ وہ اپنے ہاتھوں سے کلہاڑا اٹھاتا ہے اور ریگستانی زمین میں گڑھا کھود کر ماتھے پر آیا پسینہ صاف کرتا ہے۔ دائی مجرم بنی ایک گھٹڑی اٹھائے باہر آتی ہے، جسے دیکھے بنا ہی وہ مرد گڑھے میں زندہ درگور کر دیتا ہے۔ گڑھے میں مٹی ڈالتے اس نازک پھول کی چیخ و پکار اور سسکتی آہیں اس ریگستان میں گونج رہی ہوتی ہیں کہ میرا جرم "لڑکی" ہونا تھا۔ میں وہ ہوں جس کی پیدائش نحوست سمجھی جاتی ہے، میں وہ بد نصیب ہوں جسے بوجھ سمجھا جاتا ہے اور میں وہ گناہگار ہوں جسے "عورت" کہا جاتا ہے۔

تاریخ کا منظر بدلتا ہے اور مجھے ٹھنڈک کا احساس ہونے لگتا ہے۔ آسمان پر چودھویں کا چاند چمک رہا ہے، جس کی چاندنی چھن چھن کر زمین والوں پر برس رہی ہے، لیکن اس چاند کی روشنی میرے رب کے محبوب محمد ﷺ کے چمکتے حسین چہرے کے سامنے ماند پڑ جاتی ہے۔ وہ جب مسکراتے ہیں تو چاندنی بھی شرما جاتی ہے۔ محبوبِ خدا ﷺ مسکراتے ہوئے اس زندہ درگور ہو جانے والی عورت کو زندگی کی نوید سنا رہے ہیں۔ وہ اس کم تر سمجھی جانے والی مخلوق کو "ملکہ" کا درجہ دیتے ہوئے "النساء" فرما رہے ہیں۔ وہ بتا رہے ہیں کہ اگر یہ "عورت" ماں ہے تو تمہاری جنّت اس کے قدموں تلے ہے۔ وہ بتا رہے ہیں کہ اگر یہ "بیوی" ہے تو اس نے تمہارا نصف دین مکمل کر دیا ہے۔ وہ فرما رہے ہیں کہ اگر یہ "بیٹی" ہے تو تم اس کی اچھی پرورش کرو جنّت میں تمہیں اپنا پڑوسی بناؤں گا۔

فلک چشمِ تحیّر سے یہ مناظر دیکھ رہا ہے۔ آگ برساتے سورج کی جگہ برسات کی رونق کہاں سے آگئی؟ زمین ورطۂ حیرت میں مبتلا ہے کہ میرے اندر نہ جانے کتنی چیختی، پکارتی، بلکتی معصوم کلیوں کو زندہ گاڑا گیا ہے۔ اسے یہ محبوبِ خدا ﷺ اتنا بلند درجہ کیونکر دے رہے ہیں۔

وہ عورت کو سب سے قیمتی اور چھپا کر رکھنے والی شے کہتے ہوئے پردے کا حکم دے رہے ہیں۔ عورت کو نازک ہیرہ بتلاتے ہوئے سنبھل کر رہنے کی ہدایت کر رہے ہیں۔ وہ یہ سب صرف کہہ نہیں رہے بلکہ عمل بھی کر کے بتا رہے کہ ہیں۔

وہ فرما رہے ہیں کہ ماں کا مرتبہ اتنا بلند ہے کہ میں محمد اگر فرض نماز کے سجدے میں ہوتا اور میری ماں آمنہ پکارتی "محمد" تو میں نماز توڑ دیتا ماں کا حکم پہلے سنتا۔

وہ اپنی بیوی سے محبت کی عملی مثال دیتے ہوئے باندی سے کہتے ہیں کہ یہ چیز میری مرحوم بیوی خدیجہ کی فلاں سہیلی کو بھی دے آؤ، فلاں کو بھی دے آؤ۔ خود سے کئی سال بڑی بیوی سے محبت کا یہ عالم کہ ان کی وفات کے بعد بھی ان کو نہیں بھولے۔ وہ اپنی خدیجہ رضی اللہ عنہا کا ہار بیٹی کے پاس دیکھ کر آبدیدہ ہو جاتے ہیں۔

بیوی سے محبت کی عملی مثال دیتے ہوئے وہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے لاڈ اٹھا رہے ہیں۔ وہ ان کے ساتھ دوڑ کا مقابلہ کر رہے ہیں تو کبھی ان کو کھیل دِکھلا رہے ہیں۔ ان کا عمل بتا رہا ہے کہ بیوی تمہاری غلام نہیں بلکہ تمہارے دل کی ملکہ ہونی چاہیے۔

وہ بیٹی سے محبت کر کے بتا رہے ہیں کہ جب میری پیاری لختِ جگر فاطمہ رضی اللہ عنہا آتی ہیں تو میں کھڑے ہو کر اس کا استقبال کرتا ہوں۔ میری لاڈلی جب اپنے شوہر سے خفا ہوتی ہے تو میں خود جا کر صلح کرواتا ہوں۔

عرب کے ریگستان میں جس عورت کو گرا پڑا سمجھا جا رہا تھا، اسے اسلام نے زمین سے آسمان تک پہنچا دیا۔ عورت کو فضیلت دی۔

اسلام نے عورت کو صرف گھر کے کاموں کا حکم نہیں دیا، بلکہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے فعل سے بتایا کہ ایک عورت گھر بیٹھ کر بھی تجارت کر کے منافع کما سکتی ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ذریعے بتایا کہ فقہ میں عورت بھی حافظہ ہو سکتی ہے۔ حضرت اُمّ عمارہ و خولہ رضی اللہ عنہما کے ذریعے بتایا کہ عورت بھی جہاد کر سکتی ہے۔ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کے ذریعے بتایا کہ عورت کے صبر کا پھل کتنا میٹھا ہوتا ہے۔

الغرض یہ کہ دینِ اسلام نے عورت کو معاشرے کا اہم حصہ بنا دیا ہے اور عرب کے ریگستان میں زندہ درگور کی جانے والی عورت کو خاص اہمیت دیتے ہوئے زندہ رہنے کا حق دلا دیا۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"دنیا فائدہ اٹھانے کی چیز ہے اور دنیا میں سب سے زیادہ فائدہ دینے والی متاع نیک عورت ہے۔" (صحیح مسلم)

سنّت سے محبت

شاکرہ حافظ یاسین

اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے جو انسان کی زندگی کے ہر شعبے میں راہ نمائی فراہم کرتا ہے۔ اس راہ نمائی کا اصل سرچشمہ قرآن مجید اور نبی کریم ﷺ کی سنّت ہے۔ سنّتِ نبوی ﷺ دینِ اسلام کا عملی نمونہ ہے جو ہمیں زندگی گزارنے کا سلیقہ سکھاتی ہے اور راہِ جنّت کا چراغ بھی ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآنِ مقدّس میں فرماتے ہیں:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَیَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (ال عمران: 31)

"اے نبی (ﷺ)! آپ فرما دیجیے، اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کا دعویٰ کرتے ہو تو میری اتّباع کرو تو اللہ تعالیٰ بھی تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف کر دے گا۔ اللہ تعالیٰ بخشنے والا رحم فرمانے والا ہے۔"

گویا اللہ تعالیٰ کے محبوب بننے کا ذریعہ اتّباعِ رسول ﷺ اور سنّت سے محبت ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"جس شخص نے میری سنّت کو محبوب رکھا، اس نے مجھے محبوب رکھا اور جس نے مجھے محبوب رکھا وہ جنّت میں میرے ساتھ ہوگا۔" (جامع ترمذی)

حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ محبّت کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اَلْمَحَبَّةُ دُخُوْلُ صِفَاتِ الْمَحْبُوْبِ عَلَى الْبَدْلِ مِنْ صِفَاتِ الْمُحِبِّ

"محبت یہ ہے کہ محب کی ساری صفات ختم ہو جائیں اور محبوب کی صفات اُس میں آ جائیں۔"

محبّت کی یہ تعریف صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین پر کس طرح صادق آتی ہے۔۔۔؟

مصلّیٰ رسول ﷺ پر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو ابولؤلؤ فیروز مجوسی نے خنجر مارا، جس سے ان کی آنتیں کٹ گئیں جو کچھ کھاتے پیتے فوراً ان آنتوں سے نکل جاتا۔ لوگ آپ کی عیادت کے لیے آتے رہے کہ اسی اثنا میں ایک نوجوان آیا جس نے آپ کی عیادت کی اور آپ کی دینی خدمات پر خراجِ تحسین پیش کیا۔ جب وہ نوجوان جانے لگا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اُس کو بلایا اور فرمانے لگے: "اے بھتیجے! اپنا تہ بند ٹخنوں سے اوپر کر لے، یہی تقویٰ کی علامت اور کپڑوں کی طہارت کا ذریعہ ہے۔"

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

مَا اَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَیْنِ مِنَ الْاِزَارِ فِی النَّارِ (صحیح البخاری)

"مردوں کا پاجامہ/ازار کا جو حصہ ٹخنوں سے نیچے ہوگا، وہ آگ میں ہوگا۔"

چوں کہ عرب فخر و تکبر کے لیے ازار ٹخنوں سے نیچے رکھتے تھے، تاکہ اپنے مال و دولت یا مقام کا اظہار کریں۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی سنّت سے محبت کا عالم یہ ہے کہ حالتِ نزع میں بھی سنت کی خلاف ورزی برداشت نہیں۔

کسی عارف نے کیا خوب کہا: "تو رسول ﷺ کی نافرمانی کرتا ہے، پھر آپ ﷺ کی محبت کا دعویٰ بھی کرتا ہے، خدا کی قسم! یہ زمانے میں نرالی اور عجیب بات ہے۔ اگر تیری محبت سچی ہوتی تو تُو آپ ﷺ کی اطاعت کرتا۔ حقیقت یہ ہے کہ سچی محبت کرنے والا اپنے محبوب کی اطاعت کرتا ہے۔"

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کا گزر چند بچوں کے پاس سے ہوا جن کو انھوں نے سلام کیا اور فرمایا کہ نبی کریم ﷺ اسی طرح کیا کرتے تھے۔ (بخاری و مسلم)

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پیروی رسول ﷺ میں کس طرح پختگی اختیار کرنے والے تھے۔

سنّت سے محبت صرف زبان کا دعویٰ نہیں، بلکہ عملی زندگی میں سنت کو اپنانا اصل محبت ہے۔ ایک سچا مسلمان وہی ہے جو زندگی کے ہر شعبے میں نبی کریم ﷺ کی سنّت کو اپنائے۔

ہمیں بھی چاہیے کہ ہم سنّت سیکھ کر خود بھی عمل کریں اور دوسروں تک بھی پہنچائیں، تاکہ دنیا و آخرت میں کام یاب ہو سکیں۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِنَ الْمُحِبِّیْنَ لِنَبِیِّكَ وَالْعَامِلِیْنَ بِسُنَّتِهٖ (آمین یا رب العالمین)

نعتِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

شمائلہ شکیل

ملی توفیق جو مجھ کو — سعادت ہے مدح ان کی
کرو توصیف سب مل کر — حلاوت ہے مدح ان کی
وضو دل کا کرو تازہ — طہارت ہے مدح ان کی
وہی ختمِ نبوت ہیں — صداقت ہے مدح ان کی
کیا دشمن پہ بھی سایہ — عدالت ہے مدح ان کی
غلاموں کو جو عزت دی — کرامت ہے مدح ان کی
بھرو اعمال نامے سب — عبادت ہے مدح ان کی

عالمی ادارہ

بیت السلام

ویلفیئر ٹرسٹ

BAITUSSALAM

2200+

یتیم بچے زیرِ کفالت

رہائش، خوراک، تعلیم و تربیت

Saiban

FOR ORPHANS

BAITUSSALAM

جب آگہی کا در کھلا

میر جواد ٹالپر

شہر کے وسط میں موجود وہ کیفے لیڈر کلاس کی سوسائٹی کا ایک خوب صورت شاہکار تھا۔ کشادہ شیشوں کے پار جگمگاتی روشنیوں میں وہ لوگ بیٹھے ہوئے تھے، جن کے پاس دنیا کی ہر نعمت موجود تھی۔ ہر میز پر بلند قہقہے اور ان قہقہوں میں جھلکتا دولت کا غرور۔ بیک گراؤنڈ میں چلتا ہوا ہلکا میوزک جو ماحول کو خوابیدہ بنا رہا تھا۔ کیفے کی دیواروں پر یورپی آرٹ کی نمائش کی گئی تھی۔

کیفے کی ایک میز پر تینوں دوستیں بیٹھی ہوئی تھیں۔

میرب جس کے انسٹاگرام پر لاکھوں میں فالوورز تھے، جس کی ہر چیز کسی برانڈ کا حصہ تھی۔ رمشا جس کے لیے اس کی کلاس ہی سب کچھ تھا۔ زارا جس کی نظر ہر وقت ہمیشہ ٹک ٹاک ٹرینڈز پر ہوتی تھی۔ اس کی پوری زندگی ہی ریلیز پر مشتمل تھی، جس کی زندگی مہنگے میک اپ اور مصنوعی لہجوں پر مشتمل تھی۔

"یار! لوگ مجھ سے پوچھتے ہیں تمہارے بال اتنے خوب صورت کیسے ہیں؟ میں کہتی ہوں کہ میں برانڈڈ شیمپو استعمال کرتی ہوں، کوئی عام نہیں۔" رمشا نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔

"اور لوگ کہتے ہیں سادگی میں خوب صورتی ہے۔ چھوڑو یار! میری خالہ اتنی کالی تھی کہ اندھیرے میں نظر ہی نہیں آتی تھی، میں نے اسے فیشن اور فیشل کے بارے میں بتایا۔ پہلے سادہ رہتی تھی، اب ایسے فیشن کرتی ہے، جیسے کوئی بڑی سیلیبرٹی ہو۔" زارا نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔

"وہ فیشل کی کریمیں مجھے بھی بتانا، اپنی پھپھو کو دوں گی، اس کا بھی وہی حال ہے۔" میرب نے کہا تو زارا اور رمشا کی ہنسی چھوٹ گئی۔

"تمہارے انسٹاگرام کی ریچ کہاں تک پہنچی؟ ابھی تک بھی بیڈ کمنٹس آتے ہیں یا نہیں؟" رمشا نے میرب سے پوچھا۔

حد ہے یار! ابھی کل ہی میری انسٹاگرام کی پوسٹ پر ایک کمینٹ تھا کہ تمہیں دعاؤں کی ضرورت ہے۔ میں نے بھی ریپلائی میں لکھا! Don't pray, just slay میرب کی بات پر رمشا اور زارا کی ہنسی بے قابو ہو گئی۔

"وہی بات میری بھی ٹک ٹاک کی وڈیو کے نیچے کمنٹ میں لکھا تھا کہ "اللہ ہدایت دے" میں نے بھی ریپلائی میں لکھا دعاؤں کا بہت شکریہ۔ اللہ تمہیں بھی فضول اسکرولنگ نہ کرنے کی ہدایت دے۔" رمشا کی بات پر ایک ساتھ تین قہقہے بلند ہوئے۔

"وہی بات دوسروں کو نصیحت خود میاں فضیحت۔ اس لیے میں تو کمینٹس ہی آف کر دیتی ہوں، نہ ہو گا بانس، نہ بجے گی بانسری۔" زارا نے کہا۔

"یار! زارا کو آج محاورے یاد آ رہے ہیں۔ ایک ہی جملے میں دو محاورے استعمال کر لیے۔" رمشا نے کہا تو تینوں کے قہقہے ایک ساتھ بلند ہوئے۔

"اصل بات یہ ہے کہ ہماری کلاس الگ ہے۔ یہ لوگ جن چیزوں کی دعائیں کرتے ہیں، وہ آلریڈی ہمارے پاس ہیں تو ہمیں دعاؤں کی ضرورت ہی نہیں ہے۔" میرب نے کہا۔

"واقعی! بس اموشنل ڈرامے ہیں لوگوں کے۔ وہی بات کہ کرپشن ہر کوئی کرنا چاہتا ہے، لیکن موقع نہیں ملتا۔ اگر ان کو موقع مل جائے نا تو یہ ہم سے بھی دو ہاتھ آگے نکل جائیں۔" رمشا نے کہا۔

"یہ سارے حسد کے مارے لوگ ہیں۔ نہ خود کچھ بن پاتے ہیں اور نہ ہی کسی کو سکون سے جینے دیتے ہیں۔" زارا نے کافی کا مگ اٹھاتے ہوئے کہا۔

"ان حسد کے مارے لوگوں کو رکھو جوتے کے نیچے، لیکن کیمرے کے سامنے جوتا برانڈ کا ہونا چاہیے۔" رمشا نے کہا۔

"برانڈ کے بغیر تو مجھے سانس بھی نہ آئے۔" میرب نے کہا۔

ان تینوں کی گفتگو ہمیشہ ایسی ہوتی تھی۔ فیشن، برانڈز، دنیاوی باتیں۔ ان کے لیے زندگی صرف ایک اسٹیج شو کی طرح تھی، جہاں صرف وہ جیتیں اور دنیا دیکھے، ان پر رشک کرے۔

اب زارا کوئی لطیفہ سنا رہی تھی، جس پر تینوں اونچی آواز میں بے دھڑک ہنسی، لیکن میرب کی ہنسی کھانسی میں بدل گئی۔

"کیا ہوا میرب! تم ٹھیک تو ہو نا؟" زارا اور رمشا نے گھبرا کر پوچھا۔

ایک تیز کھانسی کے ساتھ میرب نے اپنا ہاتھ منہ پر رکھا، لیکن جیسے اس نے ہاتھ ہٹایا اس کی چیخ نکل گئی۔

"او میرے اللہ!" زارا اور رمشا چلا کر کھڑی ہو گئیں۔ میرب کی انگلیوں پر خون کے دھبے تھے، پھر اس نے نیچے جھک کر الٹی کی، اس بار خون صاف دکھائی دے رہا تھا۔

رمشا اور زارا اپنی جگہ ساکت ہو گئیں۔ غرور، تکبر، فیشن، دنیاوی باتیں، ہنسی، قہقہے! سب کہیں دور چلے گئے تھے۔ بس ایک سناٹا چھا گیا جو موت سے پہلے چھا جاتا ہے۔

❖❖❖

کیفے کی ہلکی روشنیوں اور قہقہوں سے دور ایک ہسپتال کا کمرہ تھا۔ میرب کے ماں باپ بھی ہسپتال آ گئے تھے۔ ماں کی آنکھوں میں آنسو تھے جبکہ باپ کی پیشانی پر فکر کی گہری لکیریں تھیں۔ میرب کے کچھ ٹیسٹ ہوئے تھے، جن کی رپورٹیں آنے والی تھی۔ تبھی دروازہ کھلا اور ڈاکٹر اندر داخل ہوا۔ اس کے ہاتھوں میں ٹیسٹ کی رپورٹیں تھیں۔

"آپ کی رپورٹس آ گئی ہیں۔" ڈاکٹر نے مایوس کن لہجے میں کہا۔

میرب کی جیسے سانسیں رک گئیں۔

"آپ کو کینسر تشخیص ہوا ہے۔" ڈاکٹر نے بتایا۔ میرب کی سماعت جیسے اندر سے بند ہو چکی تھی۔ کمرے میں موجود ہر شخص کی آنکھوں میں بس ایک ہی سایہ تھا، بے یقینی کا۔

"ریگولر ٹریٹمنٹ، اسٹیج ٹو، ریسپانسیو کیس۔۔۔" ڈاکٹر اور بھی کچھ کہہ رہا تھا، وہ سب آوازیں جیسے ہوا میں تحلیل ہو گئیں۔

کچھ خبریں ایسی ہوتی ہیں، جو چیختی نہیں ہیں، بلکہ اتنی آہستہ آتی ہیں کہ ان کی گونج پورے وجود کو سُن کر دیتی ہے۔ یہ وہ لمحہ تھا جب میرب کے گرد جہاں تھم گیا تھا۔ تو یہ ہے زندگی۔۔۔؟ اتنی خاموش، اتنی بے رحم اور اتنی سچی!

❖❖❖

رات کا آخری پہر تھا۔ پورا گھر خاموش تھا، سب سو چکے تھے، لیکن میرب کی آنکھوں سے نیند

بقیہ صفحہ نمبر 29 پر

بلا عنوان

تنزیلہ احمد

راشدہ بیگم تقریب میں جانے کے لیے تیار ہو رہی تھیں۔
تبھی ان کا فون بجنے لگا۔ انھوں نے بے دلی سے موبائل کی طرف نظر اٹھائی۔
"اوہو، یہ کس کا فون آگیا۔" اسکرین پر چھوٹی بہن کا نام دیکھ کر وہ بڑبڑائیں۔
"اسے کیا ہو گیا، اس وقت تو یہ کال نہیں کرتی۔"
ان کے پاس کال سننے کا وقت نہ تھا۔ آج ان کے شوہر کے دوست کے گھر ان سب کی دعوت تھی۔ حکم تھا کہ وقت پر تیار ہوں، سو وقت کی پابندی لازم تھی۔ بن ٹھن کر وہ گاڑی میں بیٹھنے ہی والی تھیں کہ ان کا موبائل پھر بجنے لگا۔
"کس کی کال ہے مما۔" ان کی بیٹی ایمن نے پوچھا۔
"تمہاری خالہ کی۔ پتا نہیں کیا بات ہے جو کال پہ کال کر رہی ہیں۔"
"تو آپ میسج کر دیں کہ ڈنر پر جا رہے ہیں، فری ہو کر بات کریں گی۔" اس نے صلاح دی۔
"ٹھیک، کہہ رہی ہوں۔" بیٹی کی تائید میں انھوں نے سر ہلایا اور جھٹ سے وائس میسج بھیج دیا۔
اِدھر رو رو کر ہلکان ہوئی نجمہ بیگم بہن کا پیغام پڑھ کر بدمزہ ہوئیں۔ اس وقت انھیں کسی اپنے سے بات کرنے کی شدید ضرورت تھی، مگر سگی بہن کے پاس وقت ہی کہاں تھا۔
اگلے روز انتظار کرنے کے بعد بالآخر انھوں نے پھر کال ملالی۔ راشدہ بیگم آرام کر رہی تھیں۔ منہ بسورتے ہوئے انھوں نے کال اٹھائی۔
"ہیلو آپی! کدھر ہیں آپ؟" نجمہ نے شکوہ کیا۔
"مصروف تھی، میسج کیا تو تھا۔ خیر! بتاؤ اب کیا مسئلہ ہو گیا؟" انھوں نے جمائی روکتے ہوئے پوچھا۔
جواب میں انھیں بہن کے رونے کی آواز سنائی دی تو وہ اٹھ کر بیٹھ گئیں۔
"او ہو، منہ سے تو بولو۔ کوئی مر مرا گیا ہے کیا؟ کہیں تمہاری ساس۔۔۔" انھوں نے اندازہ لگایا۔
"نہیں آپی! کسی کو کچھ نہیں ہوا۔ بس میرا اسکون ہی مر گیا اور۔۔۔ اور مراد میری خوشیاں مارنے کو بھی تیار بیٹھا ہے۔" نجمہ نے اپنے اکلوتے بیٹے کا نام لیا۔
"کھل کر بات کرو، پہیلیاں نہ بجھواؤ۔ پہلے ہی میرا سر دکھ رہا ہے۔ رات دیر سے واپس آئے۔ کمال کے بزنس پارٹنر کے گھر خاص دعوت تھی۔" انھوں نے جھٹ سے آگاہ کیا۔
"صاف بات یہ ہے کہ آپ مجھے واضح بتائیں کہ مراد کے لیے ایمن کا رشتہ لینے میں کب آؤں؟ دو تین برس سے آپ ٹال مٹول کر رہی ہیں۔ اس سے پہلے کہ وہ منحوس اریبہ میرے سر منڈھ دی جائے۔۔۔" انھوں نے کچھ اس انداز میں کہا کہ راشدہ بیگم کی آنکھیں پوری کھل گئیں۔
"اریبہ تمہاری بڑی نند کی بیٹی۔۔۔؟ اس کی تو شادی ہو گئی تھی۔" ان کی آواز میں سرسراہٹ تھی۔
"اس کو طلاق بھی ہو گئی ہے۔ بھئی گھر بسانے کے لیے بڑی قربانی دینا پڑتی ہے۔ سسرال کی خدمت اور صبر و تحمل سے کام لینا پڑتا ہے۔ میں نے بھی تو اس خاندان کے لیے سب کچھ کیا نا۔۔۔ مگر بی بی سے تو سسرال سنبھالا ہی نہ گیا۔ کہتی تھی شوہر کردار کا اچھا نہیں، حرام کھاتا اور دوسری عورتوں سے ملتا جلتا ہے۔ والدین بھی بیٹی کی باتوں میں آگئے۔ ختم ہو گئی شادی۔ اب میرے معصوم بیٹے کو تاک لیا ہے۔ کہتا ہے اریبہ کے لیے میرا رشتہ مانگیں۔ میرے بیٹے سے چند برس بڑی اور طلاق یافتہ ہے۔ میں پاگل ہوں جو اس کی شادی وہاں کروں۔" نجمہ بیگم تو پھٹ پڑیں تھی۔
"ہمم! فکر نہ کرو۔ میں ایک دو روز میں چکر لگاتی ہوں تمہاری طرف پھر دیکھتے ہیں کیا کرنا ہے۔" انھوں نے پُرسوچ انداز میں کہہ کر کال کاٹ دی۔
اکلوتا بھانجا مراد ہزاروں میں ایک تھا۔ خوش شکل، باکردار، ذہین، پڑھا لکھا۔ ڈگری مکمل کرنے کے بعد دو تین برس قبل اس نے اپنا کاروبار شروع کیا تھا۔ اچھا کھا کما رہا تھا۔ ان کی ایمن نازوں پلی تھی۔ رات دعوت میں وہ بالخصوص ایمن کو وہ اس لیے لے کر گئیں، تاکہ وہ فرخ صاحب کے بیٹے سے مل سکے۔ باہر سے پڑھ کر آیا، ہر لحاظ سے قابل! نعمان انھیں ایمن کے لیے بہترین کا جوڑ لگا تھا۔ بستر پر بیٹھے بیٹھے ہی وہ سوچ چکی تھیں کہ چھوٹی بہن کو کیا جواب دینا ہے۔

نجمہ بیگم باورچی خانے کی طرف بڑھ رہی تھیں، جب انھوں نے اپنی ساس کی آواز سنی تو وہ اپنی بیٹی سے فون پر بات کر رہی تھیں۔
"مجھے بہت اچھی طرح پتا ہے نجمہ کی عادت کا۔ ضد پر اڑے جاتی ہے، وہ نہیں مانے گی۔ ماں بیٹے کی چپقلش میں گھر کا ماحول خراب ہو رہا ہے۔" ساس کی بات سن کر ان کی بھنویں تن گئیں۔
"مجھے تو پہلے ہی شک تھا آپ شہ دے رہی ہیں اپنی بیٹی، بھانجی اور پوتے کو۔ ایویں تو نہیں میرا مراد آپ کے اشاروں پر چل رہا۔ کس بات کا بدلہ لے رہی ہیں آپ ماں بیٹی؟ ساری زندگی خدمت کی، یہ صلہ ملا۔۔۔" وہ پھپھک پھپھک کر رو دیں۔
"کیسی باتیں کر رہی ہو بہو، اتنی بدگمانی۔۔۔ میں تو بلکہ سمجھا رہی تھی۔" انھوں نے گھبرا کر صفائی دی جسے سنے بنا ہی نجمہ بیگم کمرے میں آگئیں اور دھاڑ سے دروازہ بند کر دیا۔
شام میں مراد گھر آیا تو غیر معمولی سنّاٹے نے اس کا استقبال کیا۔ دادی جان کو سلام کرنے کے بعد وہ ماں کے کمرے کی طرف چلا آیا۔ آج جو بھی ہوا، اسے خبر مل چکی تھی۔
"السلام علیکم امی!" مراد نے ان کے کمرے میں جھانکا۔ ماں جائے نماز پر بیٹھی وظیفہ کر رہی تھیں۔ وہ بیٹے سے ناراض تھیں اور بس چاہتی تھیں کہ اریبہ سے جان چھوٹ جائے۔ وہ ان کے پاس ہی چلا آیا۔
"مجھے پتا ہے آپ اریبہ سے رشتہ والی بات پر خفا ہیں۔ اس میں کیا بُرائی ہے؟ آپ اتنی نیک پرہیزگار ہیں۔ سنّت کی پیروی کرنے والی۔ نبی پاک نے جب حضرت خدیجہ سے شادی کی تو آپ بھی کنوارے اور عمر میں چھوٹے تھے۔ امی اریبہ کو آپ نے بچپن سے دیکھا ہے۔ وہ نیک فطرت اور عزّت، قدر کرنے والی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ میں اس کے ساتھ خوش رہوں گا۔" مراد بولا، مگر ان کے چہرے کی سختی کم نہ ہوئی۔
"بہتر ہے تم میرے کمرے سے چلے جاؤ۔ مجھے تم سے کوئی بات نہیں کرنی۔ تم بھی اپنی دادی اور پھوپھی کی زبان بولو

گے۔" ماں کا غصہ دیکھ کر وہ چپ چاپ اٹھ کر اپنے کمرے میں چلا آیا۔

اس کی پھوپھی کبھی روایتی نند نہیں بنی تھی۔ ہمیشہ انھیں اپنی ماں کو عزّت احترام دیتے دیکھا تھا۔ ماں کے اس قدر شدید ردِّعمل کی تو اسے توقع نہ تھی۔

اگلے چند روز اس نے سوچتے ہوئے گزارے۔ اس روز فجر کے بعد وہ حتمی بات کرنے ماں کے کمرے میں چلا آیا۔ وہ حسبِ معمول تسبیح پڑھ رہی تھیں۔ سلام کرنے کے بعد وہ ان کے پاس بیٹھ گیا۔

"امی! کیا آپ کے پاس اس بات کی کوئی گارنٹی ہے کہ آپ کی بھانجی یا کسی اور لڑکی سے شادی میرے اور سب کے لیے بہتر اور باعثِ خوشی ثابت ہوگی؟ اگر ہے تو میں تیار ہوں۔" ماں کی جھولی میں سوال ڈال کر وہ کمرے سے نکل گیا۔

ان کی آنکھوں سے بہتے آنسو خالی دامن بھگونے لگے۔ وہ بیٹے کو کیا بتاتیں کہ جس بہن پر انھیں مان تھا وہ تو آج انھیں ٹکا سا جواب دے گئی۔ پہلے انھیں انتظار کی سولی پر لٹکائے رکھا، پھر سگے بھانجے پر انھوں نے غیر لڑکے کو دولت کی وجہ سے فوقیت دی۔ وہ جانتی تھیں کہ اریبہ میں کوئی عیب نہیں۔ دُبلی پتلی اور خوش شکل اریبہ دیکھنے میں مراد سے چھوٹی لگتی اور جو انھیں عیب لگ رہا تھا بیٹے نے سنّت کی بات کر کے جیسے ان کی آنکھوں کی پٹی کھول دی تھی۔

دل صاف ہوا تو سب کچھ خود بخود سہل ہوتا گیا۔

اگلے ہی ماہ وہ اریبہ کو بہو بنا کر گھر لے آئیں۔ سارے سسرال میں ان کا سر اونچا ہو گیا۔ سب ان کی اعلیٰ ظرفی کی تعریف کر رہے تھے اور مراد کی تو مانو دلی مراد بر آئی تھی۔ ان کے ایک عمل نے نہ صرف سب کو خوش کر دیا بلکہ ان کی عزّت و قدر بھی بڑھ گئی تھی۔

"اللہ اور اس کا رسول ﷺ بھی مجھ سے راضی ہوں اور مجھے کیا چاہیے۔" ان کے دل سے آواز آئی۔

وہ اپنی سوچوں میں ڈوبی تھیں کہ دروازے پر دستک ہوئی۔

"کیا ہوا امانی، طبیعت ٹھیک ہے؟ آپ کب سے باہر نہیں آئیں۔" چائے لے کر آئی بہو نے فکر مندی سے پوچھا۔

اریبہ نے آتے ہی سارا گھر سنبھال لیا تھا۔ اس گھر کے چپے چپے اور نفوس سے اسے پیار تھا۔

"ہاں میں ٹھیک ہوں۔"

"ٹھیک ہے پھر، میرے ساتھ چلیں۔ نانو بھی لاؤنج میں ہیں۔ مل کر چائے پیتے ہیں۔ میں نے کیک بھی بیک کرنے کو رکھا ہے۔" ان کا ہاتھ تھام کر وہ مان سے بولی تو وہ مسکرا کر اس کے ساتھ چل دیں۔

بقیہ

جب آگہی کا در کھلا

کوسوں دور تھی۔ وہ اپنے بیڈ پر بیٹھی زار و قطار رو رہی تھی۔ اسے وہ تمام لمحے یاد آ رہے تھے، جہاں صرف دنیاوی باتیں تھیں۔ تبھی ہوا کے سناٹے میں ایک آہستہ آواز گونجی۔ وہ فجر کی اذان تھی۔ یہ آواز جو ہمیشہ میرب کے سامنے پس منظر میں چلی جاتی تھی۔ آج اس کے دل کے اندر اتر رہی تھی۔ پہلی دفعہ اس نے اذان کے ہر لفظ کو غور سے سنا۔ حیّ علی الفلاح۔۔۔ حیّ علی الفلاح۔۔۔ آؤ! کامیابی کی طرف۔

تو پھر میں ساری زندگی کس کے پیچھے بھاگ رہی تھی؟ تو کیا وہ سب کچھ دھوکا تھا، شیطانی فریب۔

وہ آہستہ آہستہ بیڈ سے اٹھی اور خاموشی سے وضو کرنے لگی۔ پانی ٹھنڈا تھا، مگر اس کی روح پر جیسے آگ بجھانے والا تھا۔ وضو کر کے اس نے جائے نماز بچھائی اور نماز پڑھنی شروع کی۔ پہلی بار جب اس نے اپنی پیشانی زمین پر رکھی، سجدہ کیا، ایک عجیب سا سکون اس کی رگ رگ میں اترنے لگا۔ اس کی آنکھوں سے بہتے آنسو جائے نماز کو بھگو رہے تھے۔ شہرت اور دنیا کی چکا چوند سے نکل کر وہ اس راستے پر آ گئی تھی، جس کا پہلا قدم ہی سکون تھا۔ رات کا سنّاٹا اب دھیرے دھیرے صبح کی چادر میں بدلنے لگا تھا۔ کمرے میں ہلکی سی روشنی کھڑکی کے پردے سے چھن کر اندر آ رہی تھی۔ میرب نماز اور دعا سے فارغ ہو کر قرآن پڑھنے لگی۔

وَمَا هَٰذِهِ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا لَهْوٌ وَلَعِبٌ ۚ وَإِنَّ الدَّارَ الْآخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ ۚ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ

"اور دنیا کی زندگی تو صرف کھیل اور تماشا ہے، اور بے شک آخرت ہی کی زندگی ہے جو اصل زندگی ہے، کاش وہ لوگ سمجھ پاتے۔" (العنکبوت: 64)

جیسے جیسے وہ قرآن پڑھتی گئی، اس کے اندر سکون اُترتا گیا۔ قرآن پڑھنے کے بعد اس کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑے، لیکن وہ آنسو صرف غم کے نہیں تھے، سکون اور رجوع کے تھے۔ اتنے میں دروازے پر دستک ہوئی اور اس کی ماں اندر داخل ہوئیں۔ وہ بھی ساری رات سو نہیں سکی تھیں اور ہر وقت میرب کے لیے دعا گو تھیں۔ ہاتھ میں ناشتے کی ٹرے تھی۔ میرب کو دیکھ کر ساکت ہو گئیں۔ وہ خاموشی سے میرب کے قریب آئیں اور اس کو گلے لگا لیا۔

"بیٹا! تم فکر نہیں کرو۔ ابھی کلینک سے فون آیا تھا کہ کچھ ضروری بات بتانی ہے۔" میرب کی ماں نے بتایا۔

"مما! یہ بیماری میرے لیے ایک سبق ہے۔ اگر یہ نہیں ہوتی تو میں شاید کبھی صحیح راستے پر نہیں آتی۔" میرب نے کمزور لہجے میں کہا۔

"بیٹا! بعض اوقات اللہ تعالیٰ کسی آزمائش کے ذریعے اپنے بندے کو صحیح راستے پر لاتا ہے۔ تم خوش نصیب ہو کہ واپس پلٹ گئی۔" میرب کی ماں اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے بولی۔ کمرے میں ایک خاموش سکون اترنے لگا تھا۔

شہر کی مشہور آنکولاجی اسپتال میں میرب اپنی ماں کا ہاتھ تھام کر چل رہی تھی۔ اطلاع ملنے پر وہ ڈاکٹر روم کے اندر گئی۔

"میں آپ سے معذرت خواہ ہوں! وہ آپ کی رپورٹس نہیں تھیں۔ کسی اور پیشنٹ کی تھی، جس پر غلطی سے آپ کا نام آ گیا تھا۔" ڈاکٹر کی بات سن کر میرب کو لگا جیسے کسی نے اس کے اندر نئی روح پھونک دی ہو۔ اسے یقین ہی نہیں آ رہا تھا۔ کیا دعائیں اتنی جلدی بھی قبول ہو جاتی ہیں؟

"یا اللہ! تیرا شکر ہے۔" میرب کی ماں نے شکر ادا کیا۔

گھر پہنچ کر میرب نے شکرانے کے نوافل پڑھے۔ اس کا وقت ختم ہونے سے پہلے ہی مہلت مل گئی تھی اور مہلت نصیب والوں کو ہی ملتی ہے۔ انسان کا آغاز بھلے کیسا ہو، لیکن انجام ہمیشہ اچھا ہونا چاہیے اور میرب اپنے انجام کو بدلنے والی تھی۔ کبھی کبھار کوئی مصیبت، کوئی دھچکا ہمیں جگا دیتا ہے، تب ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ ہدایت اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت ہے، جو مہلت اسے ملی تھی، وہ اسے اب دنیا کی چکا چوند میں نہیں کھونا چاہتی تھی۔ جب آگہی کا در کھلتا ہے، تب انسان صراطِ مستقیم پر چلنا شروع کر دیتا ہے، جس سے دنیا اور آخرت دونوں ہی سنور جاتی ہیں۔

عالمی ادارہ بیت السلام ویلفیئر ٹرسٹ

سستی روٹی پراجیکٹ

لاکھوں روٹیاں مستحقین تک

5 روپیہ صرف عزت نفس کی خاطر

سپر فائن آٹا براہ راست بیت السلام ویئر ہاؤس بھی پہنچا سکتے ہیں کم سے کم 50 کلو

ذرا نم ہو تو۔۔۔!!

مبین بنت اعجاز

وہ بہت غور سے اپنے بیٹے ہارون کے ساتھ بیٹھے اس بچے کو دیکھ رہے تھے جو کھلی کتاب کی سطور پر تیز تیز انگلی پھیرتے فر فر بولتا جا رہا تھا۔ پندرہ سال کی عمر میں بھی وہ صرف چوتھی جماعت میں تھا اور وہ خوب دل لگا کر پڑھتا اور اب تو وہ دوسروں کے مذاق کا برا بھی نہیں مناتا تھا کہ وہ اتنا بڑا ہو کر صرف چوتھی جماعت میں ہے، اسے معلوم تھا۔ وقت ہمیشہ ایک جیسا نہیں رہے گا، جیسے تین سال پہلے وقت آج جیسا نہیں تھا۔ وہ وقت کو بدلنے میں ماہر ہو گیا تھا، حتیٰ کہ ایک عرصہ اس نے زمانے کے ساتھ خود کو بھی یہ کہتے سنا تھا کہ وہ ایک بیکار اور ناکام انسان ہے، جس کے لیے اس دنیا میں کوئی جگہ نہیں، لیکن پھر۔۔۔ انھوں نے تشکرانہ انداز میں نگاہیں آسمان کی جانب اٹھائیں اور پھر بیتے وقت کی پرتیں آہستہ آہستہ ان کے چہرے پر کھلنے لگیں۔

"ٹھک ٹھک ٹھک۔۔۔"

ننّھے ننّھے ہاتھوں میں بھاری ہتھوڑا لیے وہ پوری طاقت سے لوہے پر ضربیں لگا رہا تھا، اتنا مگن تھا اپنے کام میں کہ پاؤں پر بھی ایک زوردار ضرب لگا دی، ہاتھ پھسل گیا ہوگا اس کا ننّھا سا تو تھا۔

"چلو بھئی! کچھ اور کام دھندا تلاش کرو۔۔۔ ہر روز نئی چوٹ کھا کر بیٹھ جاتے ہو۔ یہ سب سیکھنا تمہارے بس کا کام نہیں۔ چلو، گھر کو جاؤ!" ایک زوردار ضرب دکان کے مالک نے اس کے دل پر بھی لگا دی۔ اس نے پاؤں کی تکلیف بھول کر نیچے گرا ہتھوڑا فوراً سے دوبارہ تھام لیا۔

"سنتے نہیں، کیا بہرے ہو چکے ہو۔" مالک نے سر اٹھا کر زوردار آواز میں دوبارہ کہا۔

"کر تو رہا ہوں کام!" جواباً اس نے بھی طیش کے عالم میں ہتھوڑا اُچھالا۔

"بس! بہت کر لیا کام وام۔۔۔ اب گھر جا کر ہمیشہ کے لیے آرام کرو، چلو شاباش!" استاد کے ماتھے کے تیور کم نہیں ہو رہے تھے۔ وہ گیا نہیں بلکہ اپنی جگہ کھڑا اسے دیکھتا رہا، شاید اسے رحم آ جائے۔

"جاتے نہیں۔" اسے رحم نہیں آیا۔

"جا رہا ہوں، میری دعا ہے خدا کرے تیری دکان کی چھت تیرے سر پر گرے اور تو غارت ہو جائے۔" اس کی بڑی بڑی سیاہ آنکھوں سے شعلے نکلنے لگے۔

"دوسروں کو بددعا نہیں دیتے بیٹا!" وہ جو کچھ فاصلے پر بیٹھے کب سے دیکھ رہے تھے، فوراً اس سے بولے۔

"یہ ظالم ہے، فرعون ہے، میں اس کو دعا دوں؟" وہ ایک قہر بھری نگاہ ان پر ڈالتا دکان سے باہر نکل گیا۔

"کیا کہا۔۔۔ میں ظالم ہوں، فرعون ہوں، ارے ایک مہینے سے کس نے پناہ دے رکھی ہے تمہیں۔ بھول گئے سب، ٹھہرو احسان فراموش!" دکاندار اس کی جانب لپک کر للکارا۔

"جانے دو بچہ ہے۔" انھوں نے روک دیا۔

"یہ بچہ ہے اور بن باپ کا بچہ ہے، اسی لیے قابلِ رحم جان کر اس پر ترس کھایا تھا، لیکن بدبخت احسان فراموش نکلا ہے، نہ کام ڈھنگ سے کرتا ہے، اوپر سے زبان چلاتا ہے۔ یہ اس قابل ہی نہیں تھا کہ اسے کام دیا جائے۔" دکاندار غصے سے پیچ و تاب کھا رہا تھا، وہ بچہ جو دکان سے باہر نکل رہا تھا رکا پلٹا لوہے کا ایک بھاری ٹکڑا اٹھایا اور کھینچ کر دکاندار کو دے مارا، مگر دکاندار بروقت پیچھے ہٹ گیا اور بھاری لوہا ان کی پیشانی چھوتا ہوا دور جا گرا۔ ماتھے پر گہرا زخم آیا تھا۔ ٹانکے لگوانے پڑے، مگر وہ اپنی پریشانی سے زیادہ اس بچے کی جرأت پر غم زدہ تھے۔ وہ یتیم تھا، لاوارث تھا، بے پدر تھا تو کیا ہوا، وہ انسان تھا، وہ اس قوم کا مستقبل تھا، وہ اسلام کا پیروکار تھا، اسے ایسا نہیں ہونا چاہیے تھا، وہ گہری سوچ میں ڈوبے رہے۔

ہوا کچھ یوں کہ اگلے ہفتے دوبارہ وہ سرِ راہ اس سے ٹکرا گئے۔ وہ سڑک کے بائیں جانب ایک درخت کے سائے میں بیٹھا کنکریاں اٹھا اٹھا کر سڑک پر پھینک رہا تھا، چہرے کے تاثرات تنے ہوئے تھے۔

"السلام علیکم بیٹا! کیا میں یہاں آپ کے پاس بیٹھ سکتا ہوں۔" انھوں نے قریب آ کر نرمی سے کہا۔ اس نے پہلے اتنے شفقت بھرے لہجے پر سر اٹھا کر انھیں حیرت سے دیکھا، پھر سر جھٹک کر دوبارہ پتھر سڑک پر اُچھالنے لگا۔

"ایسے نہیں کرو، یہ پتھر کسی گزرنے والے کو لگ بھی سکتا ہے۔ اچھا یہ بتاؤ! اپنے استاد سے تو تم نے لڑائی کر لی ہے، اب کیا کرو گے؟"

"وہ برا آدمی ہے، دوبارہ اس کی دکان پر کبھی نہیں جاؤں گا، چاہے ماں اسکول ہی بھیج دے۔" اس کے چہرے پر ایک مرتبہ پھر درد اور طیش کی سرخیاں گھلنے لگیں۔

"اسکول جانا تو سب سے اچھی بات ہے، تم اسکول کیوں نہیں جاتے؟"

"وہ نکال دیتے ہیں۔"

"کیوں؟"

"وہ مجھے فیل کر دیتے ہیں۔ ماسٹر مارتا بھی

بہت تھا۔ ماں نے اسکول چھڑوا کر کام پر لگوا دیا۔"

"یہ تو غلط بات ہے۔ کیا تم دل لگا کر پڑھائی نہیں کرتے تھے؟"

"مجھے نہیں پڑھنا۔"

"کیوں؟"

"مجھے پڑھائی کرنا نہیں پسند، مجھ سے نہیں ہوتی۔"

"تم کیوں نہیں پڑھائی میں دل چسپی لیتے، دیکھو! انسان کی ہر عمر کا ایک حق ہوتا ہے، وہ اس کو دیتے ہیں۔ تمھاری اس عمر کا حق یہ ہے کہ تم دل لگا کر پڑھائی کرو، تا کہ کل کو تم ایک اچھے اور قابل انسان بن سکو، اگر تم اسکول جاؤ گے دل لگا کر پڑھائی کرو گے تو پھر تم کام کے لیے یوں کسی کے محتاج بھی نہیں رہو گے۔" انھوں نے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے نرمی سے سمجھایا۔

"مجھے نہیں پڑھنا، وہاں بھی استاد صرف مارتے ہیں کچھ نہیں پڑھاتے اور بے عزّتی کر کے اسکول سے نکال دیتے ہیں۔" وہ بہت زیادہ ناراض تھا۔

"بھئی! کوئی تم پر ہاتھ نہیں اٹھا سکتا، نہ بے عزّتی کر سکتا ہے، اگر تم دل لگا کر محنت کرو گے تو کام یاب ہو جاؤ گے جو ناکام انسان ہوتا ہے نا، اس کو مارتے ہیں لوگ اور بے عزّتی کرتے ہیں۔ تم اچھی طرح پڑھائی کرو گے، کام یاب انسان بنو گے تو سب تمھاری عزّت کریں گے، بولو۔۔۔ اگر یقین نہیں ہے تو ایک دفعہ آزما کر دیکھ لو،، ٹھیک ہے نا! پھر جاؤ گے اسکول؟"

"میں قابل انسان نہیں بن سکتا۔" اس کے سخت ہوئے دل پر کوئی نصیحت اثر نہیں کرتی تھی۔

"تم قابل اور اچھے انسان بن سکتے ہو، ایک بار پڑھائی میں دل چسپی لے کر دیکھ تو لو! تم ایک دن ضرور بڑے آدمی بنو گے۔"

"میں بڑا آدمی بنوں گا؟"

"بالکل، ہر انسان قابل اور بڑا آدمی بن سکتا ہے، لیکن اس کے لیے تعلیم ضروری ہے، کیوں کہ وہی انسان کو اس کی اصل قابلیت کی پہچان دلاتی ہے۔" وہ اسے تعلیم کے فوائد بتا کر سمجھاتے رہے۔ اس کا فائدہ یہ ہوا کہ وہ ایک دفعہ اسکول جانے کی کوشش کرنے پر مان گیا۔ وہ اس کے گھر گئے اور اس کی ماں سے ملے، جو ایک غریب اور بیوہ خاتون تھیں اور بیٹے کی وجہ سے بہت پریشان بھی تھیں۔ انھوں نے خاتون اور بچے کی مدد کی، اس کو کتابیں اور یونیفارم دلوا کر اسکول میں داخلہ بھی کروا دیا اور اسکول والوں سے بھی بچے کے حق میں نرمی کی درخواست کی۔ وہ اسکول جانے لگا۔ اسے ابھی بہت سارے بنیادی اسباق بھی نہ پتا تھے تو وہ ہفتے میں دو تین دفعہ بلا کر اس کا سبق سنتے۔ ایک ماہ گزرا وہ کام کے سلسلے میں ایک ہفتے کے لیے شہر سے باہر چلے گئے، جب واپس آئے تو معلوم ہوا کہ موصوف اسکول چھوڑ چھاڑ کر دوبارہ سے اپنی دن بھر کی آوارہ سرگرمیوں میں مگن ہو چکے ہیں۔ وہ حیرت سے گنگ رہ گئے، پھر تھکن اتارنے کے دوران ہی انھوں نے اپنے بڑے بیٹے کو اسے لانے کے لیے بھیجا، مگر وہ گھر سے باہر تھا۔ شام کو جب وہ چہل قدمی کی غرض سے نکلے تو وہ کھیل کے میدان میں انھیں نظر آ گیا۔ زمین پر بیٹھا تنکے سے مٹی پر لکیریں کھینچ رہا تھا۔

"ہشام!" وہ ان کی آواز پر پلٹا اور فوراً گھبرا کر کھڑا ہو گیا۔

"میں اسکول نہیں جاؤں گا۔ استاد نے سب کے سامنے میری بے عزّتی کی، کاپی پھاڑ دی، بچے بھی میرا مذاق اڑاتے ہیں۔" وہ چپ چاپ اسے سنتے رہے، پھر جو دوبارہ سے سمجھانے لگے تو وہ کچھ سمجھنے کے لیے تیار نہ تھا۔ اس کی ماں نے درخواست کی کہ اسے کسی اچھے سے کام پر لگوا دیں، وہ اسے ضائع ہونے سے بچانا چاہتے تھے، وہ جانتے تھے وہ ابھی بچہ ہے اور ابھی اسے ایک خاص رنگ میں ڈھلنا ہے، لیکن اسکول والے بھی اس سے عاجز تھے۔ انھوں نے کچھ دن سوچا پھر اسے اپنے ہی گھر میں مالی رکھ لیا اور تنخواہ بھی مقرر کر دی۔

"ہشام! ان پودوں کو غور سے دیکھو، یہ کتنے سرسبز اور شاداب ہیں، ان کو کبھی مرجھانے نہیں دینا۔ کیا تمھیں معلوم ہے وہ ایسی کون سی چیز ہے جو ان پودوں کو تروتازہ اور زندہ رکھے گی؟"

"پانی۔۔۔!"

"پانی، اور۔۔۔؟"

"دھوپ۔۔۔"

"اور۔۔۔؟"

"اور ہوا۔۔۔!"

"شاباش!" انھیں یقین آ گیا اس کی قابلیت پر، انسان کے اکرم ہونے پر یقیناً اللہ نے کچھ باطل نہیں بنایا اور انسان کی تو بات ہی الگ ہے۔

ان پودوں کا تمھیں خاص خیال رکھنا ہے۔ دوا، کھاد اور گوڈی وغیرہ مالی بابا کا کام ہے، تم ان کو وقت پر پانی، ہوا اور دھوپ مہیا کرو گے۔ انھوں نے سمجھایا تو اس نے سر ہلا دیا۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ وہ صرف پیسوں کے لیے کام کرے، پیسہ ضرورت ہے، لیکن اس مٹی میں گندھے ضمیر کا جاگنا اس سے بھی بڑی ضرورت ہے۔ وہ روز آتا تھا، اس بہانے وہ اسے صرف آدھے گھنٹے کے لیے اپنے پاس تعلیم دینے لگے، وہ بہت لگن سے پودوں کی دیکھ بھال کر رہا تھا اور جب ایک مرجھائے پودے نے سبز ٹہنیاں نکالنا شروع کیں تو وہ اپنا کام مزید شوق سے کرنے لگا، پھر اس شوق کا اثر پڑھائی میں بھی نظر آنے لگا۔

مجھے خوشی تھی کہ وہ حساس بچہ سیکھنے میں کس قدر دلیر تھا، جسے لوگ اس کی انا سمجھتے تھے۔ وہ دراصل خودداری کا وصف تھا، ہر انسان کا اس دنیا میں ایک مقام ہے، حصہ ہے، جو ہشام کے ماحول نے اس تک آنے سے روکے رکھا۔ افسوس کہ اس کے استادوں نے بھی صبر اور حکمت سے کام نہیں لیا، ورنہ وہ ضرور جان لیتے کہ مٹی جب سخت ہو جائے تو پانی اس کو نرم کر دیتا ہے اور پھر مرجھائے ہوئے پودوں سے بھی نئی کونپلیں پھوٹنے لگتی ہیں۔ بالکل ایسے ہی انسانی ذات کے ساتھ جب بے توجہی برتی جائے تو اس کے دل کی مٹی بھی سخت ہونے لگتی ہے اور انسان کو تروتازگی بخشنے کا پانی احساس ہے، جو سخت دلوں پر قطرہ بہ قطرہ گر کر مٹی کو چپکے چپکے نرم کر دیتا ہے۔ یقین اس بات کا ضروری ہے کہ خدا نے بھری کائنات میں کوئی چیز باطل و بے مقصد نہیں بنائی اور انسان تو اشرف المخلوقات ہے اور پھر بچوں سے کیا گلہ کہ وہ بنے بنائے نہیں ہوتے بلکہ کچھ بنائے جانے کے لیے ہوتے ہیں۔۔۔

سچائی کی روشنی

اقصیٰ نور

شہر مدینہ کے نواح میں ایک چھوٹا سا گاؤں تھا، جہاں ایک بوڑھی عورت اُمِّ حسّان، اپنے پوتے عمار کے ساتھ رہتی تھی۔ عمار کی عمر بمشکل بارہ برس تھی، مگر ذہانت اور سچ بولنے کی عادت نے اسے دوسرے بچوں سے ممتاز کر رکھا تھا۔ اُمِّ حسّان ہر رات سوتے وقت اسے سیرت النبی ﷺ سے کوئی نہ کوئی واقعہ سنایا کرتی اور کہتی: "بیٹا! اگر زندگی میں کامیاب ہونا ہے تو حضور ﷺ کی سنّت کو تھام لو، یہی اصل راستہ ہے۔"

ایک دن عمار بازار سے لوٹتے ہوئے قریبی کھجور کے باغ سے کچھ کھجوریں توڑ کر لے آیا۔ گھر آتے ہی اُمِّ حسّان کی تیز نظر اس پر پڑی اور پوچھا، "بیٹا! یہ کھجوریں کہاں سے لائے؟" عمار نے جھجکتے ہوئے کہا، "دادی جان! وہ۔۔۔ وہ باغ کے درخت سے توڑ لایا ہوں، لیکن دروازہ کھلا تھا، کسی نے منع نہیں کیا۔"

اُمِّ حسّان نے پیار سے اس کے سر پر ہاتھ رکھا اور کہا، "بیٹا! کسی کی اجازت کے بغیر اس کے مال سے لینا جائز نہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

لَا يَحِلُّ مَالُ امْرِئٍ مُسْلِمٍ إِلَّا بِطِيبِ نَفْسٍ مِنْهُ (سنن دارقطنی)

یعنی، کسی مسلمان کا مال اس کی رضامندی کے بغیر حلال نہیں۔

عمار کی آنکھوں میں ندامت تھی۔ اُس نے فوراً کھجوریں واپس لے جا کر مالک سے معافی مانگی اور وعدہ کیا کہ آئندہ کبھی ایسا نہیں کرے گا۔ باغ کے مالک، ایک بزرگ صحابی، حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ تھے۔ جب انھوں نے عمار کی سچائی اور ندامت دیکھی تو خوش ہو کر بولے: "بیٹا! رسول اللہ ﷺ بھی سچائی کو پسند فرماتے تھے اور تمہارا یہ عمل اُن کی سنّت کا عکس ہے۔"

پھر انھوں نے عمار کو دو ٹوکریاں کھجوریں انعام میں دیں اور کہا، "جا! اور اپنی دادی سے کہہ، تم نے سچائی کی روشنی کو دل میں جگہ دی ہے۔"

اس واقعہ نے عمار کے دل میں سچ بولنے اور امانت داری کا بیج مضبوطی سے بو دیا۔ اب وہ جہاں بھی جاتا، حق گوئی، امانت داری اور نرم خوئی کو اپنا شعار بناتا۔

کچھ ہی سالوں میں جب عمار جوان ہوا تو پورا گاؤں اُسے "امین" کہنے لگا۔ حتیٰ کہ جب کوئی شخص اپنی چیز سنبھال کر رکھوانا چاہتا تو اُسے عمار کے پاس چھوڑ جاتا، کیوں کہ سب جانتے تھے کہ یہ نوجوان جھوٹ نہیں بولتا اور امانت میں خیانت نہیں کرتا، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کی صفت تھی "الصادق الامین۔"

ایک روز وہاں کے خطیب صاحب نے اپنے خطبے میں کہا: "جو شخص سچائی کو اپنا لے، اللہ تعالیٰ اُسے دنیا و آخرت کی کامیابی عطا فرماتا ہے اور نبی اکرم ﷺ کی پیروی میں یہی سب سے بڑی دلیل ہے۔"

سبق: یہ کہانی ہمیں سکھاتی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کی زندگی صرف عبادات ہی نہیں، بلکہ کردار، سچائی اور دیانت کا بھی نمونہ تھی۔ اگر ہم اپنی روزمرّہ زندگی میں آپ ﷺ کی تعلیمات کو اپنائیں تو نہ صرف انفرادی طور پر بہتر انسان بن سکتے ہیں بلکہ معاشرہ بھی ایک مثالی معاشرہ بن سکتا ہے۔

اجنبی مسافر

سلمیٰ نور

دنیا ایک سرائے ہے اور ہم کاندھے پر خواہشوں کا بوجھ لادے مسافر جو کچھ دیر ستانے کے لیے یہاں آ بیٹھے ہیں۔ عقلمند و دانا شخص گھر سے نکلنے سے پہلے منزل کا تعیّن کر لیتا ہے اور مقام مقصود تک پہنچنے کے راستے بھی ذہن میں رکھتا ہے۔ راہ میں کسی درخت کی گھنیری چھاؤں میں بیٹھتا ضرور ہے، لیکن اسے اپنا مسکن نہیں بناتا۔ تھکن اترتے ہی وقت ضائع کیے بغیر منزل کی چاہ میں چل پڑتا ہے۔

نبیِ رحمت ﷺ نے فرمایا: كُنْ فِي الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيبٌ أَوْ عَابِرُ سَبِيلٍ

تُو دنیا میں ایسے رہ جیسے کوئی پردیسی (اجنبی) یا راستے کا مسافر

دنیا دل لگانے کی جگہ نہیں ہے کہ سکون سے یہیں کا ہو کے رہا جائے۔ دنیا تو منزل سے پہلے وہ مختصر سا پڑاؤ ہے، جہاں مسافر تھوڑی دیر کے لیے ٹھہرتا ہے اور آگے جانے کے لیے چل پڑتا ہے۔

ایک بار نبی آخر الزماں ﷺ چٹائی پر آرام فرما ہوئے، جب آپ اٹھے تو آپ کے جسدِ مبارک پر چٹائی کے نشانات تھے۔ ابنِ مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا:

یا رسول اللہ (ﷺ)! آپ ہمیں حکم دیتے تو ہم آپ کے لیے نرم بستر تیار کر کے بچھا دیتے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میرا دنیا سے کیا تعلق! میرا اور دنیا کا تعلق صرف اس قدر ہے، جیسے کوئی مسافر راہ چلتے ہوئے کسی درخت کے نیچے سایہ حاصل کرے، ستائے اور کچھ دیر بعد اسے چھوڑ کر اپنی راہ لے۔

آج کا انسان دُکھوں اور غموں کا بوجھ اٹھائے اس قید خانے کو ہی منزل سمجھ بیٹھا ہے۔ خواہشات کی گٹھڑیاں اٹھائے خود کو ہلکان کیے جا رہا ہے۔ نتیجتاً ماضی کے غم اور مستقبل کے خوف اسے گھیرے رہتے ہیں۔ دارالعمل کو مستقل ٹھکانہ بنانے کی کوشش اسی طرح ہاتھ شل اور کاندھے جھکا دیا کرتی ہے، جو مسافر راہ میں دل لگا لیں، وہ منزلوں کے نشاں کھو دیتے ہیں اور راستوں کی خاک ان کا مقدّر ٹھہرتی ہے۔

آئیں! ہم بھی اپنے یہ بوجھ اتار پھینکیں اور اس صراطِ مستقیم پر گامزن ہو جائیں، جس کی طرف رہنمائی نبی کائنات ﷺ نے فرمائی ہے، جو بالکل سیدھا ہے، مستقیم ہے۔ اُس راہ پر چلنے والوں کو نہ تھکاوٹ گھیرتی ہے اور نہ وہ راہ بھٹکتے ہیں۔

گو آبلے ہیں پاؤں میں، پھر بھی اے رہرو! منزل کی جستجو ہے تو جاری رہے سفر

سچا پاکستانی بنوں گا

مہوش اسد شیخ

دروازے پر دستک کی آواز پر لطیف صاحب نے کتاب سے نگاہ ہٹا کر دروازے کو چشمے کے پیچھے سے گھورا۔ دستک ایک بار پھر ہونے لگی۔

"آجاؤ بھئی!" اجازت ملتے ہی دروازہ کھلا اور ہشام کا چہرہ دکھائی دیا۔ اس کے پیچھے پیچھے کاشف اور ارحم بھی اندر چلے آئے۔

"آپ کو بے آرام تو نہیں کیا؟" ہشام نے سامنے دیوار پر لگی گھڑی پر نگاہ ڈالتے ہوئے مؤدبانہ انداز میں پوچھا۔

"نہیں، بالکل بھی نہیں! ویسے تو میں عشا پڑھتے ہی لیٹ جاتا ہوں، مگر آج ابھی تک نیند نہیں آئی۔ سوچا کتاب کا مطالعہ کر لیا جائے۔" انھوں نے مسکرا کر تفصیلی جواب دیا۔ تینوں لڑکے ان کے سامنے صوفے پر بیٹھ گئے۔

"خیر تو ہے، تم لوگ اس وقت۔۔۔!" انھوں نے کاشف اور ارحم کی طرف دیکھا۔

"جی دادا جان! آپ سے بات کرنی تھی" کاشف نے مدد طلب نگاہوں سے ہشام کی طرف دیکھا۔

"دادا جان! صبح چھ ستمبر ہے، ہمیں اسکول سے چھٹی ہے، ہم پریڈ دیکھنے کے لیے جانا چاہتے ہیں۔" ہشام نے ڈرتے ڈرتے مدّعا بیان کیا۔

"یہ تو بہت اچھی بات ہے۔"

"کیا آپ ہمیں لے جائیں گے؟" تینوں نے بے یقینی سے پوچھا۔

"ہاں، ضرور!" تینوں یک زبان خوشی کا نعرہ بلند کیا۔

"صبح جلدی تیار ہو جانا۔" دادا جان نے تاکید کی۔

"کیا ابو جان مان جائیں گے؟" کاشف نے کم زور لہجے میں پوچھا۔ اس خیال سے باقی دونوں کے چہرے بھی لٹک گئے۔

"وہ اپنے باپ کو منع نہیں کر سکتے۔" دادا جان کا لہجہ مضبوط تھا۔ تینوں لڑکے مارے خوشی کے دادا جان سے لپٹ گئے۔ ان کی خوشی دیدنی تھی۔

"چلو جلدی گھر پہنچو! رات کافی ہو رہی ہے، والدین پریشان ہو رہے ہوں گے۔"

"امی کو کہہ کر آئے تھے، دادا جان نے بلایا ہے، اب گھر جا کر کہیں گے وہ ہمیں صبح پریڈ دکھانے کے لیے لے جانا چاہتے ہیں۔" ارحم نے ہنستے ہوئے کہا۔

"بہت شریر ہو گئے ہو" دادا جان نے گھورا تو وہ کھلکھلا کر ہنسنے لگے۔

◆◆◆

وہ تینوں ایک طرف لگی کرسیوں پر تشریف رکھے پریڈ سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ فوجیوں کا جوش قابلِ دید تھا۔ وقفے وقفے سے تالیوں کی گونج سنائی دے رہی تھی۔ ڈرل کے ساتھ پریڈ دیکھنے والوں کے جسم میں بھی جوش کی لہریں اٹھا رہی تھی۔

پریڈ کے بعد جنگی جہازوں پر پائلٹ کرتب دِکھانے لگے۔ ان جہازوں نے نیچے اترنے سے پہلے فضا میں سبز اور سفید رنگ چھوڑے۔ یہ منظر بہت دلکش تھا۔ وہاں موجود سب لوگ پُرجوش انداز میں پاکستان زندہ باد کے نعرے لگا رہے تھے۔

کاشف اور ارحم پیش پیش تھے۔ دادا جان بچوں کا جوش دیکھ کر پھولے نہیں سما رہے تھے، لیکن ارحم کچھ سست دکھائی دے رہا تھا۔ وہ اس کی طرف سے فکر مند ہونے لگے، لیکن اس وقت پوچھنا مناسب نہیں سمجھا۔

فارغ ہونے کے بعد وہ باہر نکل کر سیدھی سڑک پر چلنے لگے۔ سواری بڑی سڑک پر ہی ملنا تھی۔ ہشام اور کاشف پریڈ کے بارے میں باتیں کرتے آگے آگے چلے جا رہے تھے، جبکہ دادا جان ارحم کے ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔ بچپن میں پولیو کا شکار ہو جانے کی وجہ سے وہ تیز نہیں چل پاتا تھا، چال میں تھوڑی لڑکھڑاہٹ تھی، لیکن یہ بھی اللہ کا لاکھ شکر تھا کہ وہ بغیر بیساکھی چل پھر لیتا تھا۔

"میں تو فوجی ہی بنوں گا۔ خوب صورت یونیفارم، کندھے پر بڑی سی گن، اس شان سے سینہ تھان کر چلوں گا کہ دشمن کانپ اٹھے گا۔" ہشام نے سینہ چوڑا کر کے فوجیوں کے انداز میں چلتے ہوئے کہا۔

"اور میں نے سوچ لیا ہے مجھے پائلٹ بننا ہے، فائٹر پائلٹ۔۔۔ دشمن کے ملک میں گھس کر سب تہس نہس کر دوں گا۔" کاشف کا جوش بھی دیکھنے لائق تھا۔

"اور تم کیا بنو گے ارحم!" کاشف نے پلٹ کر ارحم کی طرف دیکھا تو ارحم نگاہیں چراتے ہوئے اپنی پولیو زدہ ٹانگ کو دیکھنے لگا۔ اس لمحے دادا جان کے دل کو کچھ ہوا۔

"یہ سچا پاکستانی بنے گا۔" دادا جان کی آواز پر اس نے نافہم انداز میں ان کی طرف دیکھا۔

"ہر شخص پاکستان کی خدمت کرنا چاہتا ہے، اپنے وطن کی حفاظت کرنا چاہتا ہے، لیکن سبھی فوجی اور پائلٹ نہیں بن سکتے۔ اپنے وطن کی حفاظت و خدمت ہم بہت سے دوسرے شعبوں میں رہ کر بھی کر سکتے ہیں۔" دادا جان نے اپنی بات جاری رکھی۔

"مثلاً۔۔۔؟" ارحم بہت دل چسپی سے ان کی بات سن رہا تھا۔

"سب سے پہلے تو یہ بات ذہن میں بٹھا لو کہ چاہے جو بھی شعبہ اختیار کرو، اپنا کام ایمان داری سے کرنا ہے۔ جھوٹ، چوری، رشوت خوری، بے ایمانی اور گرے ہوئے اخلاق ہمارے ملک کی جڑیں کھوکھلی کر رہے ہیں۔ وعدہ کرو جیسے کل تم نے اپنی ماں سے جھوٹ بولا کہ دادا جان بلا رہے ہیں، آیندہ ایسا نہیں کرو گے۔"

"لیکن وہ تو بے ضرر۔۔۔!"

"خواہ وہ ایک بے ضرر جھوٹ تھا، لیکن یاد رکھو! جھوٹ جھوٹ ہی ہوتا ہے۔" دادا جان نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔

"جھوٹ تمام برائیوں کی جڑ ہے۔ آج تم نے چھوٹا سا جھوٹ بولا، کل بڑے فائدے کے لیے۔ بڑے جھوٹ بولنے لگو گے۔ اس کے عادی ہوتے چلے جاؤ گے، پھر چاہ کر بھی اس لعنت سے جان نہیں چھڑا پاؤ گے۔ اس کے بعد گناہوں کی، بدعنوانی کی دلدل ہے، غیر محسوس انداز میں اس میں دھنستے چلے جاؤ گے۔"

"ہم بہت شرمندہ ہیں۔" کاشف نے اعتراف کیا۔

"میرا مقصد اپنے بچوں کو شرمسار کرنا نہیں ہے، اچھی

آپ ﷺ نے ہمیں ہر ایک چیز بتائی ہی نہیں بلکہ خود اس پر عمل پیرا ہو کر سکھائی اور سمجھائی بھی ہے۔ جس قدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے زمانے میں آپ ﷺ کی سنتوں کی طرف رجحان تھا، آج کل آپ ﷺ کی سنتوں پر عمل کرنے والے بہت کم لوگ رہ گئے ہیں۔

سعد جوائن فیملی میں رہتا تھا۔ وہ اپنے ہم عمر کزنوں کے ساتھ آنا جانا کھیلنا سب کچھ کرتا تھا، اُسے مدارس اور مدارس کے لوگوں سے بہت محبت تھی۔ اس کا پسندیدہ شوق احادیثِ مبارکہ کی تعلیم حاصل کرنا تھا۔ وہ بہت ہی لگن سے احادیثِ مبارکہ کو یاد کرتا اور اس کے متعلق بہت سی باتیں سیکھتا۔ ایک دن تمام لوگ ایک ساتھ بیٹھ کر ربیع الاول کے مہینے کی تقریب کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے اور اسے اس متعلق کچھ معلوم نہیں تھی تو وہ خاموش رہا اور نہ ہی اسے اپنے استاد سے اس کے متعلق پوچھنے کا موقع ملا۔ ایک دن استاد نے خود ہی اِس کے متعلق گفتگو کی اور سعد کی معلومات میں بہت اضافہ ہوا اور اسی دن سعد کے گھر میں 12 ربیع الاول کی تقریب تھی اور اُسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ وہ کیا کرے، کس طرح سے اپنے گھر والوں سے اِس بارے میں گفتگو کرے، بس اس نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی، اللہ کی مدد چاہی اور اپنے گھر کی طرف روانہ ہو گیا۔ جب سعد گھر پہنچا تو تمام گھر والے بہت ہی جوش وخروش سے 12 ربیع الاول کی تقریب منا رہے تھے۔

سعد نے پوچھا کہ ہم 12 ربیع الاول کیوں مناتے ہیں؟ تو کسی نے جواب دیا کہ آپ ﷺ کی یاد میں۔

تو سعد نے بولنا شروع کیا کہ 12 ربیع الاول منانا ایک طرح سے بدعت ہے۔ کُلُّ بِدعَۃٍ ضَلَالَۃٌ ہر بدعت گمراہی ہے۔

ہمیں آپ ﷺ اور ان کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی زندگیوں کو دیکھنا چاہیے، کیا انھوں نے کبھی کسی کے آنے پر اِس طرح سے خوشی منائی ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے آپ ﷺ کے آنے پر بھی اس طرح سے کبھی خوشی نہیں منائی، ہاں! خوشی کا اظہار بالکل کیا تھا، وہ اِس طرح کہ آپ ﷺ کے ساتھ محبت واپنائیت کا جذبہ اور آپ ﷺ کی سنت وحدیث پر عمل پیرا ہو کر۔۔۔ بے شک آپ ﷺ کو تو ہر گھڑی ہر لمحہ یاد کرنا چاہیے اور آپ کو یاد کرنے کا سب سے بہترین طریقہ آپ ﷺ کی دی گئی تعلیمات پر عمل کرنا ہے۔ آپ ﷺ نے سالگرہ منانے سے بھی منع کیا ہے۔ سالگرہ منانے کا عمل یہود ونصاریٰ کا تھا۔ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی حدیث ہے، جس کا مفہوم ہے کہ "جو شخص جس قوم کی مشابہت اختیار کرے گا وہ قیامت کے روز اُنہی میں سے اٹھایا جائے گا۔"

آپ ﷺ کو یاد کرنے کا سب سے بہترین طریقہ آپ ﷺ پر درود بھیجنا ہے اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن میرے ساتھ سب آدمیوں سے زیادہ قرب رکھنے والا وہ ہوگا جو مجھ پر کثرت سے درود بھیجتا ہو۔ (سبحان اللہ!)

دل کو تھاما ان کا دامن تھام کے
ہاتھ میرے دونوں نکلے کام کے

آپ ﷺ کا ہم پر حق ہے کہ ہم اپنی جان ومال سے زیادہ آپ ﷺ سے محبت کریں اور اس محبت کا ثبوت یہ ہے کہ ہر کام میں آپ ﷺ کی اطاعت کریں۔۔۔!!

سعد کی تمام باتیں سن کر سب گھر والوں کو اپنے اِس فعل پر ندامت ہوئی اور تمام لوگوں نے اللہ ربُّ العزّت سے توبہ کی، اُن تمام کاموں پر جو اُنھوں نے کیے تھے اور پختہ عہد کیا کہ آئندہ کوئی بھی ایسا فعل نہیں کریں گے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی شریعت کے خلاف ہو۔ اللہ پاک سے دعا ہے کہ اللہ پاک ہم سب کو استقامت کے ساتھ صحیح اور سیدھے راستے پر چلنے کی ہدایت عطا فرمائے آمین۔

عاشقانِ سنّتِ رسول ﷺ

علشبہ اللہ رکھا

تربیت کرنا ہے۔ ہمارے پاکستان کو فوجی پائلٹ وغیرہ سے پہلے سچے پاکستانیوں کی ضرورت ہے۔ سچا پاکستانی جس بھی شعبے میں ہو، خواہ عام انسان ہی ہو، وہ پاکستان کی ترقی میں معاون ثابت ہوتا ہے۔"

"میں جو بھی بنوں، لیکن سب سے پہلے اچھا انسان اور سچا پاکستانی بنوں گا۔" ارحم نے سب کی طرف دیکھ کر پُرعزم انداز میں کہا۔

"ہم بھی۔۔۔!" کاشف اور ہشام نے بھی اس کا ساتھ دیا۔

"اوووو! ہم کافی دور نکل آئے ہیں، ٹھہرو! ٹیکسی دیکھتے ہیں۔ ارحم کافی تھک چکا ہوگا۔" دادا جان نے فکرمندی سے ادھر ادھر دیکھا۔

"نہیں، میں بالکل نہیں تھکا! بلکہ آپ کی باتوں نے مجھ میں بہت توانائی بھر دی ہے۔" ارحم کا چہرہ دمک رہا تھا۔ دادا جان نے فرطِ محبت سے تینوں کو سینے سے لگا لیا۔

پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے اخلاق

دانیال حسن چغتائی

عظیم، کریم، سلیم، خدیجہ اور آمنہ کی نانی اماں ان کے ہاں ٹھہرنے آئی ہوئی تھیں اور روزانہ رات کا کھانا کھانے کے بعد بچوں کو اسلامی تاریخ کے واقعات سنایا کرتی تھیں۔ فہیم صاحب کے ہاں رات کا کھانا مغرب کی نماز کے بعد کھانے کا معمول ہوتا تھا، آج بھی کھانے سے فارغ ہو کر تمام بچے نانی اماں کے گرد جمع ہو گئے۔ نانی اماں کہنے لگیں: ”آج ہم پیارے نبی ﷺ کے پیارے اخلاق کا تذکرہ کریں گے۔“

◆ نبی کریم ﷺ نے دیکھا ایک صحابی اپنے غلام کو مار رہے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”جتنا اختیار تم کو اس غلام پر ہے، اس سے زیادہ اختیار اللہ کو تم پر ہے۔“ صحابی نے ہاتھ روک کر عرض کیا کہ ”یہ غلطی سے باز نہیں آتا۔“

آپ ﷺ نے فرمایا: ”معاف کرتے رہو، یہاں تک کہ باز آ جائے۔“ صحابی نے یہ سنتے ہی اسی وقت اسے آزاد کر دیا۔

◆ سردارانِ قریش آپ کو یہ کہا کرتے تھے کہ ہم آپ ﷺ کی محفل میں آنا چاہتے ہیں، لیکن آپ ﷺ کے پاس چھوٹی ذات کے لوگ بیٹھے ہوتے ہیں، لیکن مجسّمِ رحمت ﷺ نے نہ صرف امیروں کی خاطر غریبوں کو کبھی نہیں دھتکارا، بلکہ مظلوموں کو اپنی شفقت کی پناہ میں لے لیا۔ آپ ﷺ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک کہا کرتے تھے۔

◆ طائف کی وادی میں آپ ﷺ پر ظلم و ستم کے کیا کیا پہاڑ نہیں توڑے گئے، لیکن آپ ﷺ جو اخلاقِ حسنہ کا کامل نمونہ تھے، فرشتے کے کہنے کے باوجود طائف میں رہنے والوں کے لیے بد دعا نہیں فرمائی، بلکہ یہ کہتے ہوئے ان کو معاف کر دیا کہ انہی لوگوں میں سے میرے دین کے حامی پیدا ہوں گے۔

◆ آپ کے خُلق و کردار کی بدولت نہ صرف محنت کی عظمت اُجاگر ہوئی بلکہ محنت کشوں کو روحانی سکون بھی ملا اور دکھیاروں کو قرار آ گیا کہ آپ نہ صرف اُن سے پیار کرتے ہیں بلکہ روزِ قیامت ان کے ساتھ کی بھی دعا کرتے ہیں۔

◆ معاشرے کے دیگر طبقات کی طرح آپ ﷺ کے ہم عورتوں پر بھی بہت احسانات ہیں۔ عورت اس کائنات کی مظلوم ترین مخلوق تھی۔ عورت کو پاؤں کی جوتی سے بھی حقیر سمجھا جاتا تھا۔ یونانی لوگ اسے بازار میں فروخت ہونے والی ایک عام چیز کی طرح سمجھتے تھے۔ ہندوستان میں شوہر کی لاش کے ساتھ بیوی کو بھی زندہ جلانے کی ظالمانہ رسم کی بھینٹ چڑھایا جاتا تھا۔ عرب میں حالات اس سے بھی زیادہ دگرگوں تھے۔ بیوی خاوند کے بعد کسی اور کی ملکیت قرار پاتی۔ بیٹیوں کو پیدا ہوتے ہی زندہ درگور کر دیا جاتا۔ آپ ﷺ کی آمد کے بعد عورتوں کو مردوں کے برابر حقوق ملے۔ ان کو وراثت میں حق ملا۔ ان کی عزّت کا حق محفوظ ہوا۔ عورت کو اسلام نے جو حقوق دیے ان کا چودہ سو سال پہلے تصور کرنا بھی محال تھا۔

◆ آپ ﷺ کے اخلاق کا ایک اور منظر فتح مکہ کے موقع پر دیکھنے کو ملا، جب آپ ﷺ تاریخ کے سب سے عظیم فاتح بن کر اپنے آبائی شہر مکہ میں فاتحانہ انداز سے داخل ہو رہے تھے اور آپ ﷺ پر برسوں تک جن لوگوں نے ظلم کیے تھے، ان کے دل آنے والے ہولناک لمحات کو سوچ کر ہی لرزاں تھے، لیکن یہاں بھی آپ ﷺ نے کمال شفقت کا مظاہرہ کیا اور عام معافی کے ساتھ ساتھ اپنے سخت ترین دشمنوں کو بھی معاف فرما دیا۔

آپ ﷺ کے اخلاقِ حسنہ اتنے وسیع ہیں کہ ایک محفل تو کیا ہزاروں محافل میں بھی احاطہ نہیں ہو سکتا۔ تاہم! میں اتنا ضرور کہوں گی کہ آپ ﷺ کی سیرتِ اخلاق زندگی کے ہر پہلو پر محیط ہے۔ ایک بار اُمُّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کسی نے پوچھا: ”آپ ﷺ کے اخلاق کیا تھے؟“ تو حضرت عائشہ نے فرمایا: ”کیا تم نے قرآن نہیں پڑھا؟ پورا قرآن مجید آپ کے اخلاقیات سے بھرا ہوا ہے۔“ آپ ﷺ نے شاہراہِ حیات پر جو نقوش ثبت کیے، وہ کائنات کے ہر منشور سے زیادہ قابلِ تقلید، ہر دستور سے زیادہ محترم اور ہر ضابطۂ حیات سے زیادہ قابلِ عمل ہیں۔ پُرامن شہری کی حیثیت سے فاتح سپہ سالار کی صورت میں مقتدرِ اعلیٰ کی حیثیت سے، منصف کی حیثیت سے، آپ ﷺ نے اپنی سیرت و کردار کا جو نمونہ چھوڑا ہے، وہ تا قیامت بنی نوعِ انسان کے لیے حکمت اور رہنمائی کا باعث بنا رہے گا۔

نانی اماں نے آخر میں بچوں سے کہا کہ ”آج کے لیے اتنا ہی کافی ہے۔ اُمید ہے آپ ﷺ کی سیرت اور اخلاق کے جو موتی آج آپ کو ملے ہیں، اُن پر عمل کرنے کی کوشش کریں گے۔“ اسی دوران عشاء کی اذان شروع ہو گئی، سب بچوں نے توجہ سے اذان سنی، اذان کا جواب دیا۔ آخر میں اذان کے بعد پڑھی جانے والی دعا اور درود شریف پڑھا۔ نانی اماں نے کہا: ”اب سب وضو کر لیں، تا کہ بروقت نماز ادا کر سکیں۔ نماز بروقت ادا کرنا بھی آپ ﷺ کی سیرت کا حصہ ہے۔“ یہ کہہ کر نانی اماں اُٹھ کر چل دیں اور بچے بھی نماز کی تیاری میں مشغول ہو گئے۔

بڑا آدمی

سہیمہ احمد

وہ شہر سے باہر ویرانے میں موجود قلعہ نما ایک مکان تھا، جہاں کالو ڈان۔۔منّو اور چھوٹو تین دوست رہتے تھے۔ یہ لوگ شہر میں ڈاکا ڈالتے اور یہاں اس قلعہ نما مکان میں سامان چھپا دیا کرتے تھے۔ان کا یہ نظریہ تھا کہ یہ ان کا ملک ہے اور اس میں جو کچھ آپ کو اچھا لگے آپ اس کو جس طریقے سے بھی حاصل کرنا چاہیں حاصل کرلیں۔تینوں اپنے کام میں اتنے ماہر تھے کہ کبھی پولیس والوں کے ہتھے نہ چڑھے تھے۔آج بھی وہ بہت بڑا ہاتھ مار کر آئے تھے۔ان تینوں نے ایک بڑے سرکاری افسر کے گھر دھاوا بولا تھا اور اب قلعے میں بیٹھے اپنا مال ،بڑے مزے سے گن رہے تھے۔

”چل اُٹھ منّو! نیا گھڑا کھود اور یہ مال اُس بڑے والے صندوق میں ڈال کے دبا دے۔آج تو مزہ ہی آگیا۔۔۔ یہ مال اب ساری زندگی کے لیے بھی کافی ہو جائے گا۔“ کالو ڈان نے نوٹوں کی آخری گڈی کپڑے کے بڑے تھیلے میں ڈال کے ہاتھوں کو ایسے جھاڑا جیسی مٹی لگ گئی ہو۔

”لیکن استاد تُو تو کہتا ہے ہم نے بڑا آدمی بننا ہے تو اتنے سے مال سے ہم بڑے آدمی بن جائیں گے؟“ چھوٹو نے تشویش سے پوچھا۔

”ارے! وہی تو میں کہتا ہوں کہ جو جتنا زیادہ ملک کو لوٹ لے، وہ اتنا بڑا آدمی بن پاتا ہے اور ہم تب تک لوٹیں گے جب تک بڑے آدمی نہیں بن پاتے۔

”لیکن۔۔۔وطن تو ہمارا اپنا ہے نا؟ اُسے کیوں لوٹتے ہیں؟“ چھوٹو نے ذرا ہچکچاتے ہوئے دوبارہ پوچھا۔

”چھوٹو! وطن ہمارا ہے۔۔۔ اس لیے لوٹنے کا حق بھی ہمارا ہے!“ کالو نے دانت نکالتے ہوئے ہنکارا بھرا۔

تینوں نے مل کر زور سے قہقہہ لگایا اور پھر چپ چاپ اپنی ”غنیمت“ کو دَبانے میں مصروف ہوگئے۔

کہ اچانک۔۔۔

گھم گھم گھم۔۔۔ بھاام! کی آواز نے ایک دَم پورے قلعہ کو لرزا دیا۔

زمین کانپ اٹھی تھی، دیواروں سے کچھ اینٹیں گر پڑی تھیں اور ان تینوں کی آنکھیں خوف سے باہر اُبل پڑی تھیں۔

”ک۔ک۔ کیا یہ بم پھٹا؟“ منّو چیخا۔

”نہیں، یہ توپ کی آواز ہے۔۔۔ اور بہت قریب ہی لگتی ہے!“ چھوٹو نے دروازے کی درز سے باہر جھانک کر اندازہ لگایا۔

”او بھائیو! باہر گولیاں چل رہی ہیں، سائرن بج رہے ہیں۔۔۔ لگتا ہے، جنگ چھڑ گئی ہے!“ کالو ڈان کے ماتھے پہ پریشانی کی شکنیں واضح ظاہر ہو رہی تھیں۔

ابھی کالو کی بات مکمل ہوئی نہیں تھی کہ پھر ایک اور دھماکا ہوا۔۔۔ اتنا قریب کہ کھڑکی کا شیشہ کانپ گیا۔ تینوں دبک گئے ، کسی نہ کسی طرح سونے کی کوشش کرنے لگے۔

سویرے تڑکے تینوں باہر نکلے تو پتا چلا رات دشمن نے حملہ کیا ہے اور فوج کے ساتھ عام شہری بھی دشمن کے حملے کا منہ توڑ جواب دے رہے ہیں۔ فوج اور عوام کا یہ جذبہ دیکھ کر کالو ڈان کی تو گویا کایا ہی پلٹ گئی اور وہ اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا: ”ہم سمجھتے تھے مال لوٹنا۔۔۔ بڑے آدمی بننے کا راستہ ہے، لیکن یہاں تو جو خالی ہاتھ ہیں وہ بھی بڑے آدمی بنے ہوئے ہیں۔ اپنے وطن کے دِفاع میں فوج کا ساتھ دے رہے ہیں، میری تو شرم کے مارے بُری حالت ہے، تم کیا کہتے ہو؟“

منّو، جو ہمیشہ نوٹوں پر مرمٹتا تھا، آج پہلی بار بولا: ”استاد! میری مانو تو آج سے لوٹ مار بند کرتے ہیں اور آج سے ہم بھی اُس وطن کے ساتھ کھڑے ہیں۔۔۔ جسے ہم نے برسوں لوٹا!“

کالو ڈان نے چھوٹو کی طرف دیکھا، چھوٹو کی آنکھوں سے باقاعدہ آنسو بہہ رہے تھے۔اس نے کالو ڈان کے سامنے ہاتھ جوڑ دیے اور کہا: ”استاد میرا حصہ مجھے دے دو، میں امدادی کیمپ میں جمع کرواؤں گا۔ تم دونوں اپنے اپنے حصے کا جو کرنا چاہو خود فیصلہ کرلو۔“ کالو ڈان نے چھوٹو کو سینے سے لگایا اور کہنے لگا: ”شاباش چھوٹو! تم چھوٹو نہیں حقیقت میں بڑے آدمی ہو، ہم تینوں یہی کریں گے۔“ چناں چہ اب وہ تینوں مل کر انہی دبائے ہوئے صندوقوں کو باہر نکالنے لگے۔

نوٹ، زیور، قیمتی سامان۔۔۔ سب کچھ باہر نکالا۔بریف کیس، سوٹ کیس اور صندوق میں سب بھرا اور چل پڑے۔ چلتے چلتے اس امدادی کیمپ میں پہنچ گئے، جو ہنگامی طور لگایا گیا تھا۔

تینوں دوست اس کیمپ میں داخل ہوئے۔امدادی کارکن امداد لانے والے شہریوں کا استقبال کر رہے تھے۔کالو ڈان گویا ہوا: ”ہم ڈاکو ہیں۔ میں کالو ڈان یہ منّو اور یہ چھوٹو!“

اخبارات میں ان کی وارداتوں کی تفصیل شائع ہوتی رہتی تھی، اس لیے عام لوگ بھی ان ناموں اور کارروائیوں سے واقف تھے۔ڈان کے جملے سے کیمپ میں سنّاٹا چھا گیا۔ سب چونک کر انھیں دیکھنے لگے۔امدادی کارکن تھر تھر کانپنے لگے، وہ سمجھے کہ یہ ڈاکو انھیں لوٹنے آئے ہیں۔اس لیے کہ شہری خواتین اپنا زیور بھی کیمپ میں جمع کروانے آئی تھیں، لگ رہا تھا یہ ڈاکو اس موقع سے فائدہ اٹھانے آئے ہیں۔اس سے پہلے کہ کوئی کچھ کہتا، کالو نے آگے بڑھ کر اپنے بریف کیس، منّو اور چھوٹو نے اپنے اپنے سوٹ کیس اور صندوق سامنے رکھے۔کالو ڈان بولا: ”یہ سب وہ ہے جو ہم نے لوٹا، لیکن اب ہم شرمندہ ہیں۔ ہم اب سیکھ چکے ہیں کہ بڑا آدمی وہ نہیں ہوتا جو مال جمع کرے۔۔۔ بلکہ وہ ہوتا ہے جو اپنا مال، اپنی جان، اپنا وقت۔۔۔ دوسروں کی مدد کے لیے دے۔ ہم یہ سارا مال اور سامان آپ کی نذر کرتے ہیں۔“

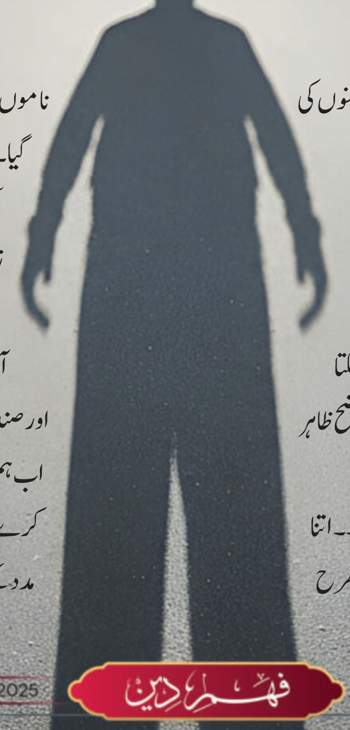

پاک فوج اور دفاعِ پاکستان

بنتِ احمد

ہمیں قدرت نے اِس سال 10 مئی کو موقع دیا "6 ستمبر 65" کے بعد آنکھوں کو ٹھنڈک ملی، دل کو سکون ملا، جو گھاؤ "71" میں لگا تھا وہ زخم کافی حد تک بھر گیا۔ "بنیان مرصوص" نے رگ وجاں میں ایک ٹھنڈک اتار دی۔ وقت حالات واقعات نے ہمیشہ کی طرح ایک بار پھر یہ ثابت کیا کہ پاکستان کی سلامتی، بقا، دفاع، استحکام، مضبوطی اور عزّت و وقار کے لیے افواج پاکستان "ریڑھ کی ہڈی" کی حیثیت رکھتی ہے اور رکھتی رہے گی، ان شاء اللہ۔

دنیا میں "نمبر وَن" کے مقام پر ہے۔ دشمنوں کی نیندیں حرام ہیں اور ہم چین کی نیند سوتے ہیں۔ جنگ ہو یا امن! اندرونی خلفشار ہو یا بیرونی مداخلت کا خطرہ! اپنوں کے نشتر ہوں یا دشمن کے وار! یہ ماؤں کے لعل، بیبیوں کے سہاگ، بیٹیوں کے باپ، بہنوں کے بھائی ہر چیز سے بے نیاز اپنے وطن کی پاسبانی کرتے ہیں۔

کارگل کا محاذ ہو یا گلیشیر میں برف کے پہاڑ! تپتے صحرا ہوں یا چٹیل میدان! یہ "قیمتی ہیروں" سے بڑھ کہ ہمارے جانباز موسم کی سردی و گرمی سے بے پروا اپنے آہنی عزائم اور فولادی اعصاب کے ساتھ "سیسہ پلائی" دیوار بنے خندہ پیشانی کے ساتھ وطنِ عزیز کا دفاع کرتے نظر آتے ہیں۔ جذبوں سے سرشار، ہمت کے پہاڑ، استقامت کے مینار۔

سیلابی ریلے ہوں، طوفانی بارشوں کی تندرفتاری، بہتے ندی نالے غرض کے کون سے وقت اور کس لمحہ میں فوجی جوان یہ چین کی نیند سوتے ہیں۔

سو جاؤ عزیزو! کہ فصیلوں پہ ہر ایک سمت
ہم لوگ ابھی زندہ و بیدار کھڑے ہیں

خوشی ہو، غمی ہو، اپنے گھر والوں کے ساتھ ہوں، چھٹی پر ہوں، وطن کو خطرات درپیش ہوں، آرڈر آ گئے اب بس ہر چیز پر وطن کا دفاع حاوی ہو گیا۔ سب کچھ بھول، بھال کر وطن کے نگہبان اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر سر پر کفن باندھ لیتے ہیں، یہ کوئی پھولوں کی سیج نہیں بلکہ خاردار تاروں، سنگلاخ چٹانوں پر ان کا اوڑھنا بچھونا ہوتا ہے۔ کیا ان کے جذبات نہیں۔۔؟ ان کے گھر بار نہیں۔۔؟ ان کے احساسات نہیں۔۔؟ ان سے بڑھ کو کون وفادار ہے! دلدار ہے! جانباز ہے۔۔!!

یہ پاک فوج ہمارا سرمایۂ حیات ہیں۔ ہمارا فخر ہیں، ہماری شان، آن، مان ہیں۔

جھپٹنا، پلٹنا، پلٹ کر جھپٹنا
لہو گرم رکھنے کا ہے اک بہانہ

جب بھی کسی بزدل دشمن نے رات کے اندھیرے میں چھپ کر وار کیا یہ "اقبال کے شاہین" جھپٹ پڑے اور ہر موقع پر دشمن کو بتایا کہ یہ "پاک فوج" کے جوان ہیں، جو غافل نہیں ہوتے۔ نہ رات کی تاریکی میں، نہ دن کے اجالوں میں! ہماری تو فوج ہی "پاک" ہے، افواج پاکستان۔

ایسی فوج کو جتنی بھی سلامی دی جائے کم ہے۔ ان جوانوں کے حوصلے بلند کرنے کے لیے عقیدتوں کے پھول، دعاؤں کے نذرانے، محبتوں کے گل دستے ان پر نچھاور کرتے رہیں، تب بھی حق ادا نہ ہو گا۔ اپنی فوج کی قدر کریں، یہ سلامت تو ہم سلامت تا قیامت! اس نعمتِ خداوندی پر ربُّ العالمین کے شکر گذار رہیں تو اللہ تعالیٰ مزید نعمتوں میں اضافہ فرمائے گا اور اس اضافے کی ظاہری شکل پاکستان کی فوجی طاقت مزید مضبوط اور مستحکم ہو گی اور مزید جذبہ بڑھے گا، ہمت بلند ہو گی، ان شاء اللہ۔۔۔!!

میں جھکا نہیں میں بِکا نہیں
کہیں چھپ چھپا کے کھڑا نہیں
جو ڈٹے ہوئے ہیں محاذ پر
مجھے ان صفوں میں تلاش کر

انوارِ نبی سبحان اللہ

خرم فاروق ضیا

وہ شہرِ محبت، شہرِ وفا، گلزارِ نبی سبحان اللہ
ہر سَمت نظر آتے ہیں جہاں انوارِ نبی سبحان اللہ

وہ مسجد نبوی کا منظر.. صدیق و عمر، عثماں، حیدر
اللہ نے کیسا چمکایا دربارِ نبی سبحان اللہ

ان کے ہر بول پہ جان فدا، ایسا دلکش اندازِ بیاں
اور شہد سے زیادہ میٹھی ہے گفتارِ نبی سبحان اللہ

اس چہرہء انور کے صدقے پُرنور ہوا ہر کون و مکاں
پیشانی کے جلوے کیا کہیے، رخسارِ نبی سبحان اللہ

ہے کتنا حسیں، دلکش منظر.. صدیق کی گود، نبی کا سر
ٹھہرے تھے وہ دونوں یار جہاں وہ غارِ نبی سبحان اللہ

پھیلا کر رحمت کی چادر مظلوم کی چارہ سازی کی
تیار ہے ہر ظالم کے لیے تلوارِ نبی سبحان اللہ

جگ مگ کرتے تاروں کی لڑی، اصحاب اور اہل بیتِ نبی
صدر شق قمر، کیا خوب ہے ہر شہکارِ نبی سبحان اللہ

ہر درد سہا امت کے لیے طائف بھی گئے، پتھر بھی پڑے
سب دیں کے لیے قربان کیا، ایثارِ نبی سبحان اللہ

دشمن کی بیٹی لائی گئی.. رحمت کی رِدا پہنائی گئی
اعلیٰ اخلاق، افکار بلند.. کردارِ نبی سبحان اللہ

ازواجِ نبی آقا کا حرم.. ہے ان پہ خدا کا خاص کرم
اللہ کی پسند ماشاءاللہ.. معیارِ نبی سبحان اللہ

لانس نائیک محمد محفوظ شہید

عصمت اسامہ

قرآن پاک میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اور جو اللہ کی راہ میں قتل کیے جائیں، انھیں مردہ مت کہو، بلکہ وہ زندہ ہیں، لیکن تم اس کا شعور نہیں رکھتے۔ (البقرۃ: 154)

کسے معلوم تھا کہ ”ملکاں“ گاؤں میں ایک ایسا فرزند پیدا ہوگا، جس کے نام کے ساتھ یہ گاؤں بھی ہمیشہ یاد رکھا جائے گا اور کسے معلوم تھا کہ 30 کلومیٹر کے فاصلے پر جہاں پانیوں پر پن چکیاں چلائی جاتی ہیں، اس علاقے کا نام اسی وجہ سے چکیاں کہلاتا ہے، وہ زرخیز زمین ایک شہید کے جسد سے سرفراز کی جائے گی؟ یہ تذکرہ ہے، محمد محفوظ شہید کا جو 1971ء کی جنگ میں مادرِ وطن کی حفاظت کی خاطر دادِ شجاعت دیتے ہوئے شہید ہوگئے۔ آپ کو پاکستانی فوج کا سب سے بڑا اعزاز، نشانِ حیدر عطا کیا گیا۔ یہ اعزاز حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نام ”حیدر“ سے موسوم ہے۔ حیدر کے معنی ”بار بار حملہ کرنے والے شیر“ کے ہیں۔ ایسا شیر جو مسلسل جد و جہد جاری رکھتا ہے۔ بلاشبہ محمد محفوظ شہید اس اعزاز کے مستحق تھے جب کہ شہید کا اخروی اجر، ربُّ العالمین ہی جانتا ہے۔

یہ سترہ اور اٹھارہ دسمبر 1971ء کی درمیانی رات تھی۔ 16 دسمبر کو پاکستان ہندوستان جنگ میں سیز فائر ہو چکا تھا۔ پاک فوج نے جنگ بندی کی وجہ سے اپنی کارروائیوں کو روک دیا تھا، لیکن ہندوستان جیسا دشمن کب کسی معاہدے کا لحاظ رکھتا ہے، وہ موقع کی تاک میں تھا، خصوصاً اس حالت میں کہ پاک فوج نے کچھ علاقے کو ہندوستان سے چھڑوایا تھا اور اب دشمن اس علاقے پہ دوبارہ قبضہ کرنا چاہتا تھا۔ ہندوستان نے رات کے اندھیرے میں پاک فوج پر، واہگہ اٹاری سیکٹر کے مقام پر بھاری اسلحہ بارود کے ساتھ، دھاوا بول دیا۔ پلاٹون نمبر 3، جس میں محمد محفوظ شامل تھے، ہراوّل دستے کے طور پر آگے آگے تھی۔ دشمن کی مشین گنوں کا نشانہ بن گئی اور گولیوں کی بوچھاڑ نے محمد محفوظ کی ٹانگوں کو شدید زخمی کر دیا اور ان کی گَن بھی اڑا دی گئی، لیکن محفوظ نے ساتھی سپاہی کی گَن پکڑی جو شہید ہو چکا تھا اور دشمن کا بھرپور مقابلہ کیا، جب گولیاں ختم ہو گئیں تو آپ نے پیش قدمی شروع کر دی۔ حالت ایسی تھی کہ دونوں ٹانگیں گولیوں سے چھلنی تھیں، پاک دھرتی کے نگہبان نے کہنیوں کے بل رینگتے ہوئے آگے بڑھنا شروع کیا اور زخموں کی پروانہ کرتے ہوئے، بغیر کسی اسلحہ کے دشمن کے بنکر تک پہنچ گیا۔

کافر ہے تو شمشیر پہ کرتا ہے بھروسا
مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی!

محمد محفوظ نے اس شعر کی عملی مثال بن کر دشمن کے مورچے میں اتر کر گارڈ کو گردن سے دبوچ لیا۔ اتنے میں دشمن کے ایک سپاہی نے محفوظ پر وار کیا اور پاک فوج کے فرزند نے اس حالت میں جامِ شہادت نوش کیا کہ دشمن کی گردن ہنوز اس کے آہنی ہاتھوں کے شکنجے میں پھنسی تھی!

ہم سے جو ٹکرائے، وہ گنوائے اپنی جان
سب فوجوں سے اعلیٰ ہے فوجِ پاکستان

محمد محفوظ کی حیران کن پیش قدمی اور شہادت سے دشمن بھی ششدر رہ گیا اور بعد میں بھارتی کمانڈنگ آفیسر لیفٹیننٹ کرنل پوری نے بھی محفوظ شہید کی ہمت و جرات کا اعتراف کیا۔

شہید کے بھائی محمد معروف کا کہنا ہے کہ میں بھائی کی شہادت کے بعد لاہور گیا، تاکہ معلوم کروں کہ میرا بھائی کس طرح لڑا تھا، اس کے ساتھیوں نے جواب دیا کہ جس طرح محفوظ لڑا ہے، اس کی مثال نہیں ملتی۔ اس نے سینے پر گولیاں کھائیں، اس کی ایک ٹانگ جسم سے بالکل جدا ہو چکی تھی، لیکن وہ حواس برقرار رکھتے ہوئے کہنیوں کے بل دشمن کے مورچے میں جا گھسا۔ محفوظ کے صوبیدار میجر نے کہا کہ ہم ان شاء اللہ، اس کے لیے پاک فوج کے سب سے بڑے اعزاز کو حاصل کرنے کی سفارش کریں گے، اگر وہ نہ مل سکا تو ہلالِ جرات ضرور ملے گا۔

پھر وہ وقت آیا کہ محمد معروف نے ریڈیو پاکستان سے اعلان سنا کہ حکومتِ پاکستان کی جانب سے محمد محفوظ شہید کو نشانِ حیدر دیا جائے گا۔ صدر ہاؤس میں ایک سرکاری تقریب کے دوران شہید کے والد کو بیٹے کا یہ اعزاز عطا کیا گیا۔۔۔

سلام ہے ایسے والدین پر!

شہید کی میت کو بوجوہ دوسری جگہ منتقل کرنے کا فیصلہ کیا گیا، چناں چہ شہادت کے چھ ماہ، تیرہ دن بعد جب قبر کھولی گئی تو اس وقت ہزاروں کا مجمع تھا۔ مٹی سے بہت پیاری خوشبو آنا شروع ہو گئی۔ شہید کے بھائی نے تابوت کے نیچے ہاتھ ڈالا تو وہ تازہ خون سے تر ہو گیا۔ میت کو چارپائی پر رکھا گیا تو تابوت سے خون ٹپکنا شروع ہو گیا۔ شہید کے خون کے تقدّس کی وجہ سے نیچے ایک برتن رکھ دیا گیا، جس میں خون ٹپکتا رہا۔ شہید کے بھائی نے عالمِ دین کی اجازت سے کفن ہٹا کے شہید کا چہرہ دیکھا تو وہ بالکل ہشاش بشاش تھا اور ڈاڑھی بڑھی ہوئی تھی، حالاں کہ شہادت کے وقت ڈاڑھی موجود نہیں تھی۔ شہید کے سینے پر 6 ماہ پرانے پھول، بالکل تروتازہ تھے، مہک رہے تھے۔ ان کے خاندان کا ایک بندہ صغیر جو قبریں کھودتا تھا، اس کا بیان ہے کہ جب قبر میں میت رکھنے لگا تو قبر سے آواز آئی کہ ”اب تم چھوڑ دو، میں سنبھال لوں گا!“

پنڈی کہوٹہ روڈ پر چکیاں کے مقام پر شہید کا مزار ہے، جہاں ہر سال فوجی سلامی دی جاتی ہے۔

جو رُکے تو کوہِ گراں تھے ہم، جو چلے تو جاں سے گذر گئے
رہِ یار، ہم نے قدم قدم تجھے یادگار بنا دیا!

نکھار، گلشنِ اسلام پر جو آیا ہے
خدا کے فضل سے ہے یہ عطا شہیدوں کی
وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ سے ہے واضح
رہے گی دہر میں قائم، وفا شہیدوں کی

بچوں کے فن پارے

اسماء کنول 14 سال لاہور

حسین احمد خان، دوم ،6 سال کراچی

صالحه احتشام 15 سال ،جلال پور جٹاں

حفصه حبیب الرحمن 6 سال کراچی

فاطمه خان 12 سال اسلام آباد

عنبر عروج 11 سال شنکیاری مانسہرہ

فاطمه عرفان 10 سال فتح پور

محمد احتیشام ،نو سال کراچی

ہر ماہ ایک فن پارے پر300 روپے انعام دیا جاتا ہے گزشتہ ماہ حیدر آباد سے**محمد بن عدیل** کا فن پارہ انعامی قرار پایا ہے، انہیں 300 روپے مبارک ہوں (ادارہ)

ماہنامہ فہم دین ستمبر 2025ء کے سوالات

سوال 1: وطن سے سچی محبت کس چیز سے نظر آتی ہے؟

سوال 2: زینب نے بڑے ہو کر کیا بننے کا ارادہ کیا؟

سوال 3: علی کے والد کا کیا نام تھا اور وہ کیا کرتے تھے؟

سوال 4: آصف کی عمر کیا تھی اور وہ کون سی جماعت میں پڑھتا تھا؟

سوال 5: شیرو بادشاہ کی آنکھ کس وجہ سے کھلی؟

یہ سوالات اگست 2025 کے فہم دین سے لیے گئے ہیں۔
جوابات کی آخری تاریخ 15 ستمبر 2025ء ہے

چھوٹی بات کا بڑا پیغام

پیارے بچو! ستمبر کا مہینہ ہماری تاریخ میں ہمت، عزم اور خود اعتمادی کی یاد دلاتا ہے۔ 6 ستمبر 1965 کو مکار اور بزدل دشمن ہندوستان نے رات کی تاریکی میں حملہ کیا، مگر ہماری بہادر افواج، مضبوط قیادت اور غیور عوام نے اپنے وطن کی حفاظت کے لیے جان کی بازی لگا دی۔ دشمن کو منہ توڑ جواب ملا اور دنیا نے جان لیا کہ پاکستان اپنی سرحدوں کا محافظ ہے۔

اسی طرح 7 ستمبر ہماری نظریاتی سرحدوں کی حفاظت کا دن ہے۔ اس دن قومی اسمبلی نے غلام قادیانی اور اس کے ماننے والوں کو کافر قرار دیا۔ اس لیے ہم ہر سال اس دن تحفظِ ختمِ نبوت کا عہد دہراتے ہیں کہ ہمارے پیارے نبی ﷺ آخری رسول ہیں، ان کے بعد نہ کوئی نبی آئے گا نہ کوئی نئی شریعت۔ یہ ہمارے ایمان کا حصہ ہے اور اس پر یقین نہ رکھنے والا مسلمان نہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے وطن اور پیارے رسول ﷺ پر نبوت ختم ہونے کے عقیدے کا سچا محافظ بنائے۔ آمین۔

اگست 2025ء کے سوالات کا درست جواب دینے پر اسلام آباد سے فاطمہ انعام کو شاباش انہیں 300 روپے مبارک ہوں

اگست 2025ء کے سوالات کے جوابات

1- حضرت ابراھیم علیہ السلام

2- پانچویں

3- پختہ

4- مرغیاں اور خرگوش

5- شیز و فرینا

بلاعنوان کا عنوان

اگست 2025 کے ماہنامہ فہم دین میں ام محمد سلمان کی بلاعنوان کہانی شائع ہوئی تھی، اس تحریر کو عنوان دینے کی مہم میں متعدد قارئین نے حصہ لیا چونیاں قصور سے عائزہ ارشد کا عنوان بہترین قرار پایا، انھیں انعام مبارک ہو، ان کا عنوان تھا:

دادی جان کا 14 اگست

سنیے!!!!

انعامی سوالات کے جوابات بھیجنا ہوں یا فن پارہ، اپنا نام، عمر، کلاس اسکول/مدرسے کا نام اور رابطے کے لیے موبائل نمبر ضرور لکھیں۔ جوابات اور فن پارہ بھیجنے کے لیے ای میل اور وٹس ایپ نمبر نوٹ کر لیں:

tabeer1387@gmail.com

+923351135011

صحابہ نے دیکھا وہ چہرہ حسیں

حافظہ وسطیٰ چودھری

صحابہ نے دیکھا وہ چہرہ حسیں
جسے ہم کبھی دیکھ پائے نہیں

مہکتا سراپا، جمالِ نبی ﷺ
وہ پر نور پلکیں، وہ رخسار بھی

معنبر سی زلفوں کے پاکیزہ خم
نہ دیکھے کبھی وہ مبارک قدم

نہ مہتاب سی وہ جو مسکان تھی
نبی جی کے بے مثل دندان بھی

ملائم سے ہاتھوں کی وہ نرمیاں
وہ جو مانگ، بالوں کے تھی درمیاں

وہ لب جن سے جھڑتے تھے موتی نگیں
وہ دلکش خدوخال، روشن جبیں

صحابہ نے دیکھا وہ چہرہ حسیں
جسے ہم کبھی دیکھ پائے نہیں

وہ نورِ سحر تھے، وہ بدرُ الدُّجیٰ
وہ رشکِ قمر اور شمس الضحیٰ

وہ رحمت تھے، راحت تھے سب کے لیے
محبت، عنایت تھے سب کے لیے

تواضع میں یکتا، نہیں تھی ریا
تھا صبر و تحمل بھی اُن کا جدا

تکلّم میں نرمی، حیا اور وفا
نبی جی میں ہر وصف کی انتہا

خدا کی قسم! ہر ادا دل نشیں
کہیں اُن کو دشمن بھی صادق امیں

صحابہ نے دیکھا وہ چہرہ حسیں
جسے ہم کبھی دیکھ پائے نہیں

سہانا زمانہ، فضا وہ ہوا
جہاں پر رہے تھے، حبیبِ خدا

وہ دہلیز، حجرہ، وہ صحنِ حرم
نبی جی کی ہر شے بڑی محترم

زمیں کی تھی کیسی وہ خوش قسمتی
جو دن رات ان کے قدم چومتی

تصور میں ہر دم ہی رہتے ہیں وہ
ترستا ہے دل جن کے دیدار کو

یہ دل بھی تو وسطیٰ رہے گا حزیں
نہ دیکھیں گے جب تک رخِ عنبریں

صحابہ نے دیکھا وہ چہرہ حسیں
جسے ہم کبھی دیکھ پائے نہیں

ﷺ

یہ کیسی ہم پہ شفقت ہے؟ یہ رحمت ہی تو رحمت ہے

حافظہ سویرا چودھری

تخیل سامنے میرے زمانے یوں بچھاتا ہے
مری آنکھوں کو وہ منظر، نظر کچھ ایسے آتا ہے

کہ ہے محشر کا وہ میداں، وہاں دنیا یہ ساری ہے
گنہ گاروں کی مارے خوف سے اتری خماری ہے

زمیں تپتی بلا کی ہے، یہ سورج آگ برساتا
جہنم کی بھی لپٹوں سے، کلیجہ منہ کو ہے آتا

عجب دہشت کا عالم ہے، بہت ہی بے قراری ہے
زباں ہے خشک، جسم و جان پر لرزہ بھی طاری ہے

نہ بیٹا باپ کا اِس پل، نہ بیٹی ماں کو پہچانے
صدا ہے نفسی نفسی کی، ہوئے اپنے ہیں بیگانے

سفارش کی بھی ہمت اِس گھڑی کوئی نہ پاتا ہے
غضب سے رب کے نبیوں کو، بھی اِس دم خوف آتا ہے

مگر اک ذات بھی یاں پر حبیبِ کبریا کی ہے
کہ جن کے آسرے نے آس دل میں اک جگادی ہے

یہ چہرہ ایسا روشن ہے، قمر کی تاب کھو جائے
چمک تاروں کی مدھم ہو، فدا ہر جان ہو جائے

قد و قامت میں یکتا ہیں، نگاہیں سرمگیں اِن کی
سراپا عنبریں یہ ہیں، نہیں ہے مثل بھی جن کی

نبی خیر الورٰی خیر البشر تشریف لاتے ہیں
خدا کے سامنے تاباں جبیں اپنی جھکاتے ہیں

مری امت کی بخشش ہو، یہی تو اِن کی چاہت ہے
اِنہی کے دم سے اِس دم، عاصیوں کو ملی راحت ہے

یہ فخرِ ہاشمی، محبوب، ہادی ہیں دو عالم کے
سوائے غم نہیں کچھ اِس گھڑی، امت کے ہی غم کے

وہاں پر نفسی نفسی ہے، یہاں پر فکرِ امت ہے
یہ کیسی ہم پہ شفقت ہے؟ یہ رحمت ہی تو رحمت ہے

یہ منظر دیکھ کر قسمت پہ اپنی رشک آتا ہے
محبت اور وفا کا یہ نظارہ بھی رُلاتا ہے

خدائے حق سے اِن کو مرتبہ محمود ملتا ہے
پھر آتی جان میں ہے جاں، سبھی کا چہرہ کھلتا ہے

اِنہی کو شافعِ اوّل، مشفّع بھی کہا جائے
بلا کے سخت لمحوں میں، سکوں بن کر ہیں یہ آئے

مقامِ ارفع و اعلیٰ اِنہی کا جان لیتے ہیں
نبی خاتم کی عظمت کو یہاں سب مان لیتے ہیں

سویرا مصطفی کی شان ہے، جو آپ ظاہر ہے
احاطہ میں اسے لانا تو میرے بس سے باہر ہے

ﷺ

گلدستہ

ترتیب و پیشکش: محمد عادل فاروقی

تین حقوق

میمون بن مہران کہتے ہیں: اسلام نے تین حقوق ایسے دیے ہیں جو تمام کائنات کے لیے یکساں ہیں، یعنی وہ حقوق مسلمان اور کافر دونوں کو حاصل ہیں:

(1) ہر حال میں امانت ادا کی جائے، خواہ امانت رکھوانے والا مسلمان ہو یا کافر۔

(2) والدین کی عزّت و تکریم کی جائے، خواہ وہ مسلمان ہوں یا کافر۔

(3) وعدہ ہر حال میں پورا کیا جائے، خواہ وہ کافر سے کیا ہو یا مسلمان سے۔

(سنہرے اوراق، مولانا عبد المالک مجاہد، ص: 373)

ماں کی گود اسکول ہے

ماں کی گود اسکول ہے۔ والدین معلم و ماسٹر ہیں۔ یہ گھر یونیورسٹی ہے۔ تعلیم جبری ہے۔ جب بچہ بولنے لگے سب سے پہلے اللہ کا نام یا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ سکھلاؤ۔ تعلیم کمیٹی کے سپرد نہیں، مگر گھر کا نصابِ تعلیم اللہ کے نام سے شروع ہوا ہے۔ اس سلیبس کا پہلا سبق کُلُّکُمْ رَاعٍ وَ کُلُّکُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِہٖ ہے۔ اس کے بعد سبحان اللہ، پھر کوئی آیت سکھلاؤ، انبیا کے نام سکھاؤ۔ اسی طرح آہستہ آہستہ سکھاتے رہو، یہی اصل پرائمری ہے۔ جھوٹ بولے، غیبت کرے تو روکو۔ اس کو بتاؤ۔ بچے کا ذہن کورا کاغذ ہے، جو نقش چاہو لگا دو! جھوٹ نہ بولو۔ گالی نہ دو، اس طرح کی تہذیب شروع ہی سے سکھائی جاتی ہے، معمولی اسکول کی تعلیم نہیں ہے۔ گھریلو والدین کی ذمہ داری والی تعلیم ہے۔ اس وقت بچہ بِلا تکلیف کے اسلامی تہذیب و تمدّن کا عادی ہو جائے گا۔ جب بالغ ہو گیا، اس وقت بُری عادتیں چھڑوانا توماں کا دودھ چھڑوانا ہے۔

(مجالس مفتی اعظم، مفتی عبد الرؤف سکھروی صاحب، ص: 143)

6 ستمبر... یومِ دِفاعِ پاکستان

عصرِ حاضر کی جنگ کسی ملک کے قومی کردار کی ایک کڑی آزمائش ہوتی ہے اور مسلمان قوم کا یہ کردار اسلامی کردار کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے۔ 1965ء کی پاک بھارت جنگ سترہ دن جاری رہی اور پاکستان نے ایمان و اخلاق کی فوقیت کے سبب اپنے سے پانچ سات گنا وسائل رکھنے والے ملک پر برتری حاصل کی۔ ان سترہ دنوں میں چشمِ فلک نے اہلِ پاکستان کا ایک مختلف کردار دیکھا تھا۔ ہر شخص اقبال کا غازی اور پُراسرار بندہ نظر آتا تھا۔ کیا ہی روح پرور اور پُر کیف سماں تھا، جنگ کی وحشت اور موت کے خوف کے بجائے بہار کا سا سرور چھایا ہوا تھا۔ اس معرکہ ”حق و باطل“ میں اسلام اپنی آب و تاب کے ساتھ ہر مجاہد کی جد و جہد میں نمایاں تھا۔ ہمدردی، خیر خواہی اور اپنے شاہین صفت فوجی بھائیوں کے ساتھ وار فتگی، ایمانداری، دیانتداری خلوص و محبت حتی کہ تاجر برادری نے ان دنوں نفع لینا چھوڑ دیا تھا، ہر کوئی اپنے اثاثے، سامان اور دولت اٹھائے ہوئے جہاد فنڈ میں جمع کروا رہا تھا۔ فوج اور پاکستانی قوم یک سو تھی، انھیں لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کے نام سے جہاد میں اپنی بھرپور شمولیت کی دعوت دی گئی تھی اور وہ فی الواقع اللہ کے پاک نام پر گناہوں سے توبہ و استغفار کرتے ہوئے مخلص مسلمان کے روپ میں نمودار ہوئے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ اہلِ پاکستان نے پاکستان کا مطلب کیا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کا اصل اظہار انہی سترہ دنوں میں کیا تھا، گویا یہ سترہ دن پاکستان کی تاریخ کا روشن ترین اور درخشاں باب ہے۔ 1965ء کی جنگ میں اس قوم کا اصل کردار دیکھ کر دشمن کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ ان سترہ دنوں میں اس جنگ نے یہ ثابت کر دیا کہ مادّی وسائل سے زیادہ اہم ایمانی جرات اور بلند حوصلگی ہوتی ہے۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ ہندوستان کے مقابلہ میں پاکستان کی برتری اس کی شجاعت اور ایمانی برتری کے سبب تھی اور ہندوستان کی شکست ایک بزدل قوم کی شکست تھی، جیسا کہ لندن کے ایک اخبار ڈیلی ایکسپریس کے ایک نمائندے نے ایک موقع پر ہندوستانی فوج کے بارے میں لکھا تھا کہ ”ہم (برطانیہ اور دیگر معاونت کرنے والے ممالک) اسلحہ تو فراہم کر سکتے ہیں، لیکن ان ہندوستانیوں کو جرات کون دے گا۔“

(اسلامی جمہوریہ پاکستان، مولانا ڈاکٹر عادل خان شہیدؒ، ص: 287)

مذاق اور مزاح میں فرق

ایک چیز ہے مذاق اُڑانا اور ایک ہے مزاح کرنا۔ دونوں کے درمیان فرق ہے۔ مذاق اڑانے سے دوسرے کی تخفیف مراد ہوتی ہے، یعنی دوسرے کی عزّت کو ہلکا کرنا اور جس شخص کا مذاق اُڑایا جائے، اس سے ہنسی اور تمسخر کیا جائے، وہ بے چارا سبکی محسوس کرتا ہے۔۔۔ اور مزاح سے مراد اُس کو مانوس کرنا ہوتا ہے، یعنی کوئی ایسی بات کہی کہ جس سے خوش طبعی پیدا ہو جائے اور دوسرا آدمی مانوس ہو جائے۔ دل توڑنے کا نام خوش طبعی نہیں۔ یہ ہماری بدمذاقی ہے کہ کہتے ہیں کہ میں تو ویسے ہی مذاق کر رہا تھا، اس میں ایک تو مذاق اُڑانے کا گناہ ہوا، دوسرا جھوٹ بولنے کا۔

(اصلاحی مواعظ، مولانا یوسف لدھیانویؒ، ج: 1، ص: 285)

7 ستمبر... یومِ تحفظ ختمِ نبوت ایک تاریخ ساز دن

سیّد المرسلین، خاتم النّبیّین، رحمتہ للعالمین حضرت محمدِ مصطفٰی، احمدِ مجتبٰی ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں اور آپ ﷺ کے بعد قیامت کی صبح تک کوئی نیا نبی نہیں آئے گا، جو کوئی بھی نبوت کا دعوی کرے گا وہ کافر، کذّاب، دجال اور دائرۂ اسلام سے خارج ہوگا۔ مسیلمہ کذّاب نے جب عقیدہ ختم نبوت پر ڈاکہ ڈالا اور نبوت کا دعوی کیا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اُسے واصلِ جہنم کر دیا۔ اسی طرح جب مسیلمہ پنجاب مرزا غلام احمد قادیانی نے انگریزوں کے ایما اور خواہش پر پیارے نبی ﷺ کی ختمِ نبوت پر ڈاکہ زنی کی تو علمائے اسلام نے مرزا غلام احمد قادیانی پر کفر کا فتوی صادر کیا۔ 6 ستمبر کی طرح 7 ستمبر بھی ایک اہم اور تاریخ ساز دن ہے۔ 6 ستمبر کو ملک کی جغرافیائی سرحدوں کی حفاظت کی گئی تھی اور 7 ستمبر کو ملک کی نظریاتی سرحدوں کی حفاظت ہوئی اور غدارانِ اسلام و وطن مرزائیوں کو باقاعدہ قانونی طور پر بھی مسلمانوں کے جسد سے ہمیشہ کے لیے علیحدہ کیا گیا۔ 7 ستمبر کو ہمیں اس عہد کی تجدید کرنی چاہیے کہ جس طرح نبی کریم ﷺ نے فرمایا: لَانَبِیَّ بَعْدِیْ ہم پوری قوم حضور ﷺ کی اس حدیث پر عمل کر کے عقیدۂ ختم نبوت کا دِفاع کریں اور جو کوئی بھی توہینِ رسالت ﷺ کا مرتکب ہوگا، خواہ وہ مسلیمہ کذّاب کی شکل میں ہو یا مسیلمہ پنجاب کی شکل میں، ہم تَن مَن دَھن سے اس کا تعاقب کریں گے۔

(ماہنامہ لولاک ستمبر 2021،
مولانا محمد ابراہیم ادہمی صاحب، ص:41)

دینی مدارس کی اہمیت

یہ دینی مدارس جن کا جال الحمد للہ برِّ صغیر پاک و ہند میں پھیلا ہوا ہے، بعض اوقات ان مدارس کے بارے میں یہ باتیں زبان پر آتی ہیں اور بعض ناواقفوں کی طرف سے یہ بات کثرت سے سننے میں آتی ہے کہ نجانے یہ دینی مدارس میں بیٹھنے والے دنیا کے حالات سے بے خبر و ناواقف کیا کام کریں گے۔ ایک پورا حلقہ اندرون و بیرونِ ملک باقاعدہ مشن کے تحت ان دینی مدارس کے خلاف پروپیگنڈا کرتا ہے کہ یہ لوگ دقیانوسی رجعت پسند ہیں اور یہ ملک و ملت کے لیے کوئی باعثِ فخر خدمت انجام نہیں دے رہے، لیکن میں یہ بات آپ حضرات سے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ میرے یقین و ایمان کی حد تک یہ بات مجھے روزِ روشن کی طرح نمایاں نظر آتی ہے کہ یہ سادہ سے دینی مدارس، مسلمانانِ ہند و پاک پر اللہ کا اتنا بڑا انعام و احسان ہیں کہ اگر پوری امتِ مسلمہ ساری عمر بھی اللہ کے سامنے سجدہ ریز رہے، تب بھی حقِ شکر ادا نہیں ہوسکتا۔ اگر برِّ صغیر میں دین کی کوئی شمع روشن نظر آتی ہے اور صحیح دین کے کوئی نام لیوا نظر آتے ہیں تو وہ صرف اور صرف ان بوریا نشین علمائے کرام کی بدولت نظر آتے ہیں۔

(اسلام اور ہماری زندگی، مفتی محمد تقی عثمانی، ج:13، ص:94)

رابعہ بصریہ رحمہا اللہ کی نصیحت عجیب انداز میں

رابعہ بصریہ رحمہا اللہ ایک مرتبہ کہیں کھڑی تھیں۔ ان کے قریب سے ایک نوجوان گزرا۔ اس نے اپنے سر پہ پٹی باندھی ہوئی تھی۔ انھوں نے پوچھا: ”بیٹا کیا ہوا؟“ اس نے کہا: ”اماں! میرے سر میں درد ہے، جس کی وجہ سے پٹی باندھی ہوئی ہے، پہلے تو کبھی درد نہیں ہوا۔“ انھوں نے پوچھا: ”بیٹا! آپ کی عمر کتنی ہے؟“ وہ کہنے لگا: ”جی میری عمر تیس سال ہے۔“ یہ سن کر وہ فرمانے لگیں: ”بیٹا! تیرے سر میں تیس سال تک درد نہیں ہوا تو نے شکر کی پٹی تو کبھی نہیں باندھی، تجھے پہلی دفعہ درد ہوا ہے تو تُو نے شکوے کی شکایت کی پٹی فوراً باندھ لی ہے۔“ ہمارا حال بھی یہی ہے کہ ہم سالہا سال اس کی نعمتیں اور سکون کی زندگی گزارتے ہیں۔ ہم اس کا تو شکر ادا نہیں کرتے اور جب ذرا سی تکلیف پہنچتی ہے تو فوراً شکوے کرنا شروع کرتے ہیں۔

(بکھرے موتی، مفتی سعید احمد پالنپوریؒ، ج:5، ص:522)

شیخ سعدی رحمہ اللہ کا واقعہ

شیخ سعدی رحمہ اللہ کے حالات میں آتا ہے کہ سفر کے دوران ان کی جوتی ٹوٹ گئی تو وہ پریشان ہوئے کہ لوگ کیا کہیں گے کہ پاؤں سے ننگا ہوں۔ یہ سوچ ہی رہے تھے کہ ان کی نگاہ ایک ایسے شخص پر پڑی جو پاؤں سے معذور تھا۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ اس نے مجھے پاؤں کی نعمت تو عطا کر رکھی ہے۔

(سکونِ قلب، مولانا اشرف علی تھانویؒ، ص:196)

تین زمانے محفوظ ہوگئے

انسان کی زندگی میں کل تین زمانے آتے ہیں، ماضی، حال اور مستقبل۔ استغفار کے ذریعے ماضی محفوظ ہوا، شکر اور صبر سے حال محفوظ ہوا اور استعاذہ سے مستقبل محفوظ ہوگیا۔ جب تینوں زمانے محفوظ ہوگئے تو پوری زندگی محفوظ ہوگئی۔ ان چاروں اعمال کی جو شخص عادت ڈال لے گا، وہ ان شاء اللہ ہر وقت اللہ کی نصرت و رحمانیت کو محسوس کرے گا۔

(اصلاحی تقریریں، مفتی رفیع عثمانیؒ، ج:1، ص:59)

بیت السلام متاثرینِ سیلاب کی خدمت میں پیش پیش

رپورٹ: جنید عظیم | تصاویر: احمد سلطان

شدید بارشوں اور سیلاب کا شکار اہلِ خیبر پختون خوا کی مدد اور ان کی خدمت کے لیے عالمی رفاہی ادارہ بیت السلام ویلفیئر ٹرسٹ ہمیشہ کی طرح پیش پیش ہے۔ متاثرہ علاقوں بونیر، پیر بابا، سوات مینگورہ، امان کوٹ، صوابی اور دلوڑی میں امدادی مہم جاری وساری ہے۔ پکا پکایا کھانا، پینے کا پانی، راشن ،لباس، ٹینٹ، مچھر دانی اور ان حالات کے پیش نظر ضرورت کا سامان پہنچایا جارہا ہے۔ الحمدللہ اس موقع پر پاک فضائیہ نے بیت السلام سے بروقت اور فوری تعاون کرتے ہوئے جہاز کے ذریعے امدادی سامان کی ترسیل ممکن بنائی ہے۔ اہل خیر نے ہمیشہ کی طرح بیت السلام کی اپیل پر اپنی خدمات پیش کی ہیں۔ بیت السلام کے رضاکار ہی نہیں ذمے دار بھی اپنے بھائیوں کی خدمت میں پیش پیش ہیں۔ ٹرسٹ کا شعبہ صحت فری میڈیکل کیمپ لگا رہا ہے۔ متعدد ایمبولینسیں متاثرہ علاقوں میں مصروفِ خدمت ہیں۔

بیت السلام موبائل ایپ
Available on the App Store
GET IT ON Google Play
قبلہ ڈائرکشن
ان فلائٹ نماز ٹائمنگ
آن لائن ڈونیشن
زکوۃ کیلکولیٹر
لائیو اور ریکارڈ بیانات
روزمرہ کی دعائیں
قرآن کریم
نماز ٹائمنگ
BAITUSSALAM

J.
FRAGRANCES
zarar
FOR MEN
BLEU
zarar
FOR MEN
BLEU
J.
www.junaidjamshed.com
J.Fragrances Cosmetics
J. Fragrances & Cosmetics
J_Frag_Cos
J.JunaidJamshed